وَوَصَّيْنَا الْاِنسَانَ

الوصی

اثبات وصایت وخلافت بلافصل جناب امیرالمومنین ع

جس مین اوس رسالہ کا بھی جواب ہے جو الوقاص

نامی جلیبور سے شایع ہوا ہے باین غرض کہ حضرت علی ع

وصی الرسول نہ تھے

المولف

سید ناصر حسین مولف فتح الرحمان ۔ وفتنہ جبلی

در مطبع صلاح کجھوہ ضلع سارن طبع گردید

الوصی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد رسالہ الوقاص مولفہ جناب عبد الرزاق عارف جبلپوری ہمارے پیش نظر ہے جکا نام اور کبھی نہین سنا گیا تھا۔ اگرچہ رسالہ نفس مطلب کے متعلق ہوتا کہ انکار وصایت جناب امیر المومنینؑ اسکا مقصد ہے تو کہہ سکتے تھے مذہب خوارج کی ہماہش کا نشا ہے۔ کیونکہ اہلسنت والجماعت مین تو کوئی ایسا نہین معلوم ہے جو اس کا منکر ہو یہانتک کہ جس طرح حضرت علی آپکا اسم گرامی ہے اوسی طرح وصی بھی آپکا ایسا لقب ہوگیا ہے کہ بجز آپکے کوئی سمجھا ہی نہین جاتا۔

مقصود اس رسالہ کا جیسا کہ اون کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے شمیمۃ الاخلاص کا جواب دینا ہے جو مولوی سید عبد العزیز صاحب احمر نے بحمایت ملا طاہر سیف الدین صاحب لکھا تھا۔ چونکہ مولوی سید عبد العزیز صاحب احمر نے اپنے کو اہلسنت سے ہونا ظاہر کیا تھا اسی وجہ سے جناب عبد الرزاق صاحب کو غیرت آئی ورنہ اسکی ضرورت نہ تھی۔

سرصفحہ پر آپ لکھتے ہین حضرت علیؑ وصی الرسول نہ تھے جن پر شیعون اور خصوصًا داؤدی بوہرون کے ملا صاحب کے عقائد کی بنیاد ہے اور

رہ سکتے ؛

اس کا مطلب ہماری سمجھ مین نہین آتا۔ کیونکہ جناب امیرؑ کو وصی رسول ماننے والے تو صرف شیعہ۔ اور داودی بوہرے ہی نہین بلکہ جتنے مسلمان آجتک گذرے ہین یا گذرینگے بشرطیکہ اہل اسلام سے ہون جنکو احادیث رسول اللہ پر ایمان لانا لازم ہے جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا۔ سب کو ماننا ضروری ہے

ہان آخری فقرہ "ملا صاحب داعی مطلق نہین رہ سکتے" یہ بتا رہا ہے کہ یہ تحریر کسی سنی کی نہین ہے بلکہ بوہروں ہی سے کسی نے یہ رسالہ لکھوایا ہے جو ملا صاحب کے مخالفین سے ہین۔ کیونکہ شیعہ سنی کی بحث تو اس غرض سے ہو ہی نہین سکتی بلکہ خارجی بھی اس حیثیت سے نہین بحث کر سکتا۔

بہرحال اگر آپکو ملا صاحب سے کسی وجہ سے مخالفت ہے تو ہمکو اوس سے بحث نہین مگر جو روش آپنے اختیار کیا ہے اوس مین کامیابی ناممکن ہے کیونکہ وصایت جناب امیرؑ سے انکے داعی مطلق ہونے کو کسی طرح کا تعلق نہین ہان اگر آپ یہ ثابت کردین کہ وہ اپنے والد کے وصی و جانشین بالنص نہین ہین تو البتہ ملا صاحب کے دعوی کی تکذیب ممکن ہے۔ ورنہ اگر بفرض محال یہ ثابت بھی ہوجائے کہ جناب امیرؑ وصی رسول نہ تھے تو اس سے اون کو کیا ضرر ہوگا۔ اور داعی مطلق کی اصطلاح تو صرف بوہرون کی ہے اور شیعہ و سنی تو ہر شخص کو داعی مطلق جانتے ہین جو خدا اور رسول و دین حق کی طرف دعوت کرے کلکم راع کلکم مسئول

انکی اس دو رخی تحریر نے ہمکو مجبور کیا کہ اس تحریر کا جواب لکھین ورنہ ہم شیعہ اثنا عشری کو اسکی ضرورت نہین کہ ملا صاحب کی حمایت مین قلم اوٹھائین نہ ہماری بحث کو اوس سے تعلق ہے ہمکو تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ جناب امیرؑ وصی رسول باتفاق فریقین تھے۔ جو حضرت کی خلافت بلا فصل کو نہین بھی مانتے وہ بھی اسکے قائل ہین کہ جناب امیرؑ وصی رسول اللہ تھے۔ بلکہ لفظ وصی کا استعمال

غیر جناب امیر پر ہوتا ہی نہین :-

بہر حال آپ لکھتے ہین "بعض احباب متقاضی ہین کہ مسئلہ وصایت کے متعلق ہین کچھ اپنے معلومات لکھدون اگرچہ مجھے مکروہات زمانہ سے فرصت نہ تھی اور نیز یہ کہ مین اس کا اہل بھی نہ تھا تاہم احباب کی خاطر سے مجھے مختصراً اپنے خیالات ظاہر کرنے پڑے"۔

یہ فقرہ عجب طرح کا گول معلوم ہوتا ہے کیونکہ شمیمۃ الاخلاص مین نہ وصایت پر کچھ زور دیا گیا ہے نہ اوسکی حقیقت دکھائی گئی ہے پھر کیون احباب کو اسکی فکر پڑی کہ آپسے اسکی استدعا کرین۔ اور کیا مذہب اہلسنت مین کوئی عالم نہ تھا جسکی طرف رجوع کرتے اور اون سے اسکی فرمایش کرتے خصوصاً جبکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ اسکے اہل نہین ہین۔

یہ بھی عجب معاملہ ہے کہ اعتراض ہے جناب ملا طاہر سیف الدین صاحب پر جو بوہرون کے مذہبی پیشوا ہین۔ مگر حامی یا مخالف اہلسنت ہین یا شیعہ اور اور خود بوہرون کا کوئی قلم نہین حرکت کرتا حالانکہ اون مین بھی اہل علم ہین جو بہت کچھ لکھ سکتے ہین۔ جس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ یہ سب اثر ہے ملا صاحب کے کمال ضبط واحتیاط کا جو اپنی قوم سے کسی کو بھی اسکی اجازت نہین دیتے کہ وہ ردو کد مین پڑین۔ یہ ایسی مثال ہے کہ دنیا مین شاید ہی کوئی اسکی نظیر ہوسکے کیونکہ جوش انتقام مین جذبات کا متحرک ہونا فطری امر ہے۔

ہم اسکے اظہار پر مجبور ہین کہ اگر ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السّلام کو کچھ بھی اطمینان نصیب ہوتا تو نہ معلوم کیسی روحانی تعلیم ہمکو ملتی کہ پھر کسی معترض کو اعتراض کا موقع ہی نہ ملتا جسکے جواب کی ضرورت ہوتی۔ مگر آہ وہ زمانہ تو ایسا تھا کہ خود سلطنت اونکی مخالف تھی اور کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ اون حضرات کے فیوض باطنی سے کوئی مستفیذ ہو یہانتک کہ قید خانے اور سولیان اونھین لوگون کیلئے تھین جو ائمہ اطہار کے موافق تھے ورنہ اور جرم کی تو کوئی باز پرس بھی اتنا

نہ ہوتی جس طرح اس زمانہ مین گورنمنٹ انگریزی نے سبکو مذہبی آزادی دی ہے اور کوئی نہین پوچھتا کہ تم امام بنتے ہو یا نبی یا خدا ہمکو تو حفظ امن مطلب ہے اوسی طرح اگر سابق زمانہ مین یہ آزادی ملی ہوتی تو آج دنیا مین شاید ایک شخص بھی نہ ملتا جو دوسرے مذہب کا پیرو ہوتا کیونکہ ان حضرات کی اخلاقی تعلیم اور روحانی تاثیر ہی ایسی ہوتی کہ اس مذہب سے علیحدہ نہ ہوتا حضرت امام مہدی عجل اللہ ظہورہ کے نسبت جو بہ اتفاق فریقین یہ پیشگوئی ہے کہ آپکے عہد کرامت مہد مین قاف سے قاف تک ایک مذہب ہوگا تو ہو سکتا یہ مطلب نہین ہے کہ صرف جہاد سے یہ کام ہوگا بلکہ اون حضرت کی روحانی تاثیر ایسی ہوگی کہ پھر کوئی دوسرا مذہب باقی ہی نہین رہ سکتا کیونکہ نفس انسانی طالب کمال ہے اور جب کمال ملجائیگا تو قہراً اوسکی طرف میلان ہوگا۔

مثال کے لئے جناب امام رضاؑ کی وہ حالت کافی ہے کہ جب حضرت کو مامون رشید نے نماز عید پڑہانے کا حکم دیا ہے اور آپ حسب سنت رسول اللہؐ دولتسرا سے برآمد ہوئے ہین تو تمامی حضار پر کیا کیفیت طاری ہوئی حالانکہ وہ سب شیعہ نہ تھے بلکہ تمامتر اہلسنت ہیسے تھے جن مین امرا و روسا و لشکر سب شامل تھے۔

غرض اگر حضرات ائمہ طاہرین کو یہ لوگ موقع دیتے کہ وہ اپنی روحانیت پھیلاتے اور اپنے اخلاق کو جو عین اخلاق رسول اللہ تھے اہل دنیا کو دکھاتے تو شاید کوئی متنفس بھی آپکی تعلیم سے علیحدہ نہ ہوتا مگر افسوس کون خیر خواہ اسلام تھا جو اس نکتہ کو سمجھتا اونھون نے تو ملکی فتوحات مین اسی کو مقدم کیا کہ قبل اسکے کہ وہ لوگ دوسری طرف جائین پہلے خانہ رسول ہی کو تباہ و برباد کرین کہ اگر ان کا کسی طرح اقتدار باقی رہیگا تو ہماری کوئی نہ سنے گا

غرض جناب مولوی عبدالرزاق صاحب جبلپوری نے یہ رسالہ الوقاص لکھکر صرف بوہرون ہی کو نہین ستایا بلکہ تمامی اہل اسلام کو خواہ وہ سنی

ہون یا شیعہ۔ اثنا عشری ہون یا غیر اثنا عشری کیونکہ انکار وصایت جناب امیر اوس وقت تک توناممکن ہے کہ دنیا مین ایک شخص بھی کلمہ گو رہے کیونکہ جس روز توحید ورسالت کا اعلان کیا گیا ہے اوسی روز تو اوسی مجمع مین اوسی شخص کی زبان سے وصایت جناب امیر کا اعلان بھی کیا گیا۔

ہان اگر یہ شخص اسکا اعلان بھی کردے کہ محمد بن عبداللہ کوئی شخص نہ تھے جو مدعی رسالت ہوئے تو البتہ ممکن ہے وصایت جناب امیر سے بھی انکار کرے ورنہ اگر آسمان لاکھ چکر کھائے تو انکار ممکن نہین۔

الوقاص مین دعوی کیا گیا ہے کہ ملا طاہر سیف الدین صاحب نے مذہب اہلسنت والجماعۃ کے بزرگون پر تبرا سے کام لیا ہے اور نیز سوائے مذہب بوہرون کے تمامی مذاہب کو جہنمی شمار کیا ہے۔

اگر یہ شکایت کسی طرح جائز ہوتی تو سب سے پہلے ہم اسکے شاکی ہوتے جو شیعہ اثنا عشری مین کیونکہ ہم کو بھی تو وہ اہلحق سے نہین مانتے مگر افسوس یہ شکایت بیجا ہے کیونکہ جو شخص جس مذہب کا ہوتا ہے اوسی کو حق سمجھتا ہے اور دوسرے کو ناحق ورنہ اگر حق سمجھتا تو کیون اوسکو ترک کرتا۔

ناحق سمجھنے کو تبرا سمجھنا یہ آپکی نئی اصطلاح ہے کیا صلح حدیبیہ مین جو کفار نے رسول اللہ کا لفظ نہ لکھنے دیا کہ اگر ہم آپکو رسول سمجھتے تو کیون جنگ کرتے تبرا تھا۔ عمرو عاص نے لفظ امیر المومنین نہ لکھنے دیا کہ اگر آپکو امیر المومنین سمجھتے تو کیون جنگ کرتے۔ کیا یہ تبرا تھا۔

تبرا کا لفظ ایسا نہین ہے جو محتاج تشریح ہو آپ قرآن وحدیث مین دیکھ لیجئے اسکے واسطے الفاظ مخصوص ہین۔ خود رسول اللہ نے فرمایا اللھم انی ابرالیک مما صنع خالد بن ولید۔ یا اللھم العن فلاناً یہ تبرا ہے نہ یہ کہنا کہ ہم حق پر ہین تم باطل پر۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ امام مسلم نے بخاری پر تبرا کیا ہو

جنکے مذہب کو مسلم نے باطل کیا ہے اور پھر دنیا مین کوئی ایسا شخص نہین رہتا جسپر تبرا نہ کیا گیا ہو۔

ہان کسی شخص کا کسی مذہب کو اختیار کرنا اسکی دلیل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو حق سمجھتا ہے اور دوسرے باطل لہذا ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنی حقیت ثابت کرے۔ نہ یہ کہ کہے فلان نے ہمپر تبرا کیا۔

یہ جو مشہور ہے کہ شیعون کے چہرہ پر تبرا لکھا رہتا ہے اوسکی تصدیق آپکی عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ رسالہ ضوء نور الحق المبین مین بزرگان مذہب اہلسنت پر تبرا کیا گیا ہے حالانکہ نہ اوس کتاب کو آپنے دیکھا ہے نہ ہمنے بجز اسکے کہ چند عبارتین اوسکی محمد اسمعیل سرپادہ نے نقل کی ہین جس مین مطلق تبرا کا نام نہین بجز اسکے کہ اپنے مذہب کے حق ہونے کا دعوی کیا ہے جسکا ہر شخص کو حق ہے اگر آپکو مذہب اہلسنت کی حقیت کا دعوی ہو تو پیش کیجئے۔

دوسرا آپکا یہ دعوی ہے کہ شیعۃ الاخلاص کا یہ دعوی اہل الجماعۃ والسنۃ سے مراد بلا قیل وقال عامہ مسلمین ہین" غلط اور صراحۃً باطل ہے۔

مگر افسوس یہ دعوی بھی بوجہ لاعلمی ہے کیونکہ تمام اہل علم کو معلوم ہے مسلمانون کے اسلام کی ابتدا اوسی روز سے ہوئی جس روز حضرت نے اپنی نبوت اور جناب امیر کی وصایت وخلافت کا اعلان کیا جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا۔

اوسکے بعد سے مسلم وکافر دو لفظ مقابل قرار پائے مسلم مین منافق بھی داخل تھے اور کافرین یہود ونصاری ومشرکین سب شامل تھے مسلمانون مین جنھون نے خصوصیت کے ساتھ جناب امیر کی متابعت کی وہ شیعہ کہلائے مگر نہ اس طرح کہ یہ کوئی فرقہ علیحدہ ہو بلکہ سب مسلمان ہی کہلاتے تھے اور خاص خاص لوگ جنکو زیادہ اختصاص تھا جناب امیر سے وہ شیعہ کہلاتے۔

جناب امیر کی خلافت تک یہی لفظ مسلمین عام طور پر جاری رہا اور خاص خصوصیت سے شیعہ کا لفظ بغرض اظہار خصوصیت وموالات استعمال ہوتا جیسا کہ

طرفداران حضرت عثمان کے نسبت عثمانیہ اور معتزلہ کا لفظ استعمال ہوتا ملاحظہ
ہو تاریخ کامل صـ جلد ۳

وبایعت الانصار الا نفرا یسیرا منہم حسان بن ثابت وکانوا عثمانیة
اور تاریخ ابوالفدا مین ہے وسموا ہولاء المعتزلة لاعتزالہم علیا صـ ۱۷۱
کہ یہ لوگ معتزلہ کہلاتے تھے۔ مگر یہ لقب نہ عام مسلمین کا تھا نہ اس نے رواج عام
پایا یہانتک کہ جناب امام حسنؑ اور معویہ سے صلح ہوئی فسمی ہذا العام الجماعة
لاجتماع الامة علی خلیفة واحد صـ ۱۳۲ تاریخ الخلفا۔

یعنی اوس سال کا نام سنہ جماعة رکھا گیا اسوجہ سے کہ تمامی امة کا اجماع ہوا
ایک خلیفہ پر۔ اور استیعاب ابن عبدالبر کی مین ہے فسمی عام الجماعة۔
یعنی اوس سال کا نام سنہ جماعة رکھا گیا اور یحیی بن الحسن القرشی نے منہاج
التحقیق مین لکھا ہے ہذا سبب تسمیة الجمہور بما اہل السنة ان معاویة
حین من سب علیا سمی ذلک العام عام السنة وبہ سمیت
اہل السنة اور ابانہ علامہ ابن بطہ مین ہے انما سمی ہذا الاسم یزید
بن معویہ لما ادخل راس الحسین۔ یعنی جب جناب امام حسینؑ کا سر اقدس
دمشق مین داخل کیا گیا تو اوس سنہ کا نام سنہ جماعة رکھا گیا کما فی رسالة الایمان
صـ ۳۲ جلد ۲ ملـ

غرض اہلسنت والجماعة کا نام سنہ ۴۱ سے رائج ہوا جو اوس سنہ کا نام ہے
جس سال جناب امام حسنؑ اور معویہ سے صلح ہوئی۔ اور اسقدر تو خود شاہ عبدالعزیز
دہلوی نے بھی تحفہ مین اقرار کیا ہے۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنی اور تفضیلیہ ہے مین زمانہ
سابق مین لقب ان کا شیعہ تھا جب غلاة اور روافض اور زیدیون اور
اسماعیلیون نے اس لقب سے آپکو ملقب کیا اور قباحت عقلی و عملی ان سے

کہ حق وباطل ایک صورت کے نہ ہو جائین فرقہ سنیہ اور تفضیلیہ نے اس لقب کو اپنے حق مین ناپسند کیا اور اہلسنت وجماعت اپنا لقب قرار دیا صنہ ۲ جس سے معلوم ہوا کہ یہ لقب نہ خدا اور رسول سے انکو ملا ہے نہ خلفائے ثلثہ سے بلکہ صرف شیعون کے مخالفت مین یہ نام اپنا اپنے اختیار سے رکھا۔

شاہ صاحب لقب شیعہ کا ۳۷ھ سے قرار دیتے ہین چنانچہ لکھتے ہین قائم۔ لوگ جنکا لقب شیعہ ہوا گروہ مہاجرین وانصار اور اونکے تابعین سے ہین کہ ہم جلیس اور پیرو حضرت مرتضیٰ کے تھے جس وقت آپ انکے خلیفہ ہوئے ان لوگون نے ہمیشہ صحبت آپکی اختیار کی او رمخالفین سے لڑتے رہے اور مطیع انکے امر ونہی کے ہوئے انکو شیعہ مخلصین کہتے ہین اور یہ لقب انکا سنہ ۳۷ ہجری مین ہوا اونکے بعد شیعہ تفضیلیہ ظاہر ہوئے صنہ ۳

جناب عبدالرزاق صاحب غور کرین کہ اہل الجماعۃ والسنۃ سے بلا قیل و قال عامہ مسلمین مراد ہوئے یا نہین کیونکہ ۴۱ھ تک تو کہین اس نام کا وجود نہ تھا معویہ نے بعد صلح جو یہ نام رکھا تو وہی مشہور ہوا اور عام طور سے اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے لگے کیونکہ شاہ صاحب نہایت وضاحت سے لکھتے ہین وہ سب پہلے شیعہ تھے مگر جب شیعہ کا لقب زیدیہ وغیرہ نے اختیار کیا تو اون لوگون نے اپنا نام اہلسنت والجماعۃ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ اصلی سبب وہی ہے کہ معاویہ نے اس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا تھا۔ تو اوسکی مناسبت سے اس فرقہ نے اپنا نام اہلسنت والجماعۃ رکھا۔ شیعہ وسنی کی تقسیم ایک ایسا امر ہے کہ دوست ودشمن سب جانتے ہین چنانچہ مارش صاحب ذکر فرق اسلامیہ مین لکھتے ہین پس دو فرقے ہوئے ایک محب علی جسکو شیعہ کہتے ہین ایک دشمن علی جسکو سنی کہتے ہین خلاصۃ التواریخ حصۃ دوم صنہ ۴۸

رہا یہ امر کہ علمائے اہلسنت نے بہت سے فرقون کا نام علیحدہ علیحدہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مستقل فرقے ہین جو قسیم ہین شیعہ وسنی کے حالانکہ ایسا

نہین ہے کیا خوب لکھا ہے مولوی شبلی صاحب نعمانی نے کہ اوس زمانہ مین ایک حرکت پیدا ہوئی کہ جسکے منہ سے جو بات نکلی مذہب بنگئی اس طرح چند ہی روز مین بیسیون فرقے نکل آئے ملل و نحل اور کتب شرح عقاید مین ہر ایک فرقہ کے حالات و معتقدات لکھے ہین لیکن یہان انکے نام تفصیل کے لکھنے کا موقع نہین پھر لکھتے ہین محققین نے تسلیم کیا ہے کہ فرقون کے تعداد کی یہ کثرت درحقیقت صحیح نہین اصل مین صرف چند فرقے ہین پھر ایک ایک فرقہ کے بہت سے فرقے نکلے ہین شرح مواقف مین لکھا ہے کہ اسلام کے اصل ۸ فرقے ہین شیعہ سنی خارجی مرجیہ ۔ نجاریہ معتزلہ جبریہ مشبہہ علامہ مقریزی نے تاریخ مصر مین یہ تعداد اور بھی گھٹا دی ہے اور صرف پانچ فرقے قرار دئے ہین ۔ سنی ۔ شیعہ ۔ معتزلہ خارجی مرجیہ صفحہ ۲ علم الکلام مگر ہم کہتے ہین کہ یہ بھی زیادتی ہے اصل مین دو ہی فرقہ ہے ۔ ایک شیعہ ۔ دوسرے سنی ۔ جسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ انھین اہلسنت کو کبھی عثمانی کہا جاتا ہے کبھی معتزلہ جیسا کہ تاریخ کامل و ابو الفداء سے مذکور ہوا اور غنیۃ الطالبین مین ہے ۔

وتسمیہا الجہمیۃ مشبہۃ صفحہ ۲۱۰

یعنی جہمی لوگ اہلسنت کو مشبہ کہتے ہین کیونکہ وہ صفات باری کے قائل ہین

وتسمیہا الرافضۃ ناصبیۃ لقولہا باختیار الامام ونصبہ بالعقد صفحہ ۲۱۰

کہ شیعہ لوگ اہلسنت کو ناصبی کہتے ہین کیونکہ وہ قائل ہین کہ نصب امام باختیار ناس ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مذہب اہلسنت کوئی مذہب مستقل ایسا نہین ہے جو ان سب کا غیر بن سکے بلکہ ان سب اوصاف کے ساتھ جس جس طرح انصاف ہوتا گیا ویسا ہی نام پڑتا گیا ۔ اور اصل وہی ہے کہ انکا نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا اور اوسی کی نسبت سے اہل السنۃ والجماعۃ قرار پایا ورنہ اسکی کوئی وجہ نہین کہ ایک فرقہ کے مختلف نام ہون

بخلاف شیعہ کے کہ وہ ابتدا سے ایک ہی نام کے ساتھ موسوم رہا ۔ قاموس مین ہے شیعۃ الرجل اتباعہ وانصارہ ۔ وقد غلب ہذا الاسم علی کل من یتولی

علیًا و اہلبیتہ حتی صار لھم اسم خاص ًا انتہیٰ

اور ملل و نحل شہرستانی میں ہے الشیعۃ ھم الذین شایعوا علیًا علیہ

السّلام علی الخصوص وقالوا بامامتہ وخلافتہ نصًا و وصایۃً اما جلیًا

او خفیًا واعتقدوا ان الامامۃ لا تخرج من اولادہ ویجمعھم القول بوجوب

التعیین والتنصیص وثبوت عصمۃ الائمۃ وجوبًا عن الکبائر و

الصغائر والقول بالتولی والتبری قولًا وعقدًا الا فی حال التقیۃ انتہیٰ

برحاشیہ الفصل۔

یعنی شیعہ کسی کا وہ ہے جو اسکے اتباع و انصار سے ہو اور یہ نام مخصوص ہو گیا

ہے شیعیان جناب امیر اور اہلبیت طاہرین سے یہانتک کہ اونکا نام خاص ہو گیا ہے

اور ملل و نحل میں ہے کہ شیعہ وہی ہین جنھون نے متابعت کی جناب امیر کی خصوصًا

اور قائل ہوئے بہ امامت و خلافت از راہ نص و وصایت خواہ وہ نص جلی ہو

یا خفی اور اسکا اعتقاد کیا کہ خلافت و امامت انکی اولاد سے نہین خارج ہو سکتی اور

قول جامع اون کا یہ ہے کہ وہ قائل ہین اسکے کہ ضرور ہے نبی کسی کو معین کرے

اور اوسپر نص کرے اور اسکے قائل ہین کہ امام کو صغائر و کبائر سے معصوم ہونا چاہیے

اور تولا و تبرا کرین قولًا اور فعلًا مگر حالت تقیہ مین۔

اب جبکہ شیعہ و سنی کی حقیت معلوم ہو چکی اور یہ بھی کہ لقب اہلسنت و

الجماعۃ ایجاد کردہ معویہ ہے اور جتنے فرقے اہلسنت مین پیدا ہوئے اگرچہ وہ

کسی نام سے پکارے جائین مگر اصل سبکی ایک ہے کہ خلافت ابوبکر و عمر کا

قائل ہونا تو نہ خارجی کوئی فرقہ رہا نہ معتزلی کیونکہ سب ایک ہی اصل کے تابع ہین

عوام الناس جو اس واقعہ سے بیخبر ہین کہ یہ نام اوس سنہ کا ہے جس مین جناب

امام حسن اور معویہ مین صلح ہوئی اور معاویہ نے اس کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا وہ

اس سے بھی بیخبر ہین کہ سنت سے کیا مراد ہے وہ سمجھتے ہین کہ سنت سے مراد

سنت رسول ہے حالانکہ جامع صغیر مین مذکور ہے

عن عائشة قال رسول اللہ من تمسك بالسنة وجبت له الجنة قالت عائشة یارسول اللہ وما السنة قال حب ابیك وصاحبه یعنی عمر
یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا جسنے سنت سے تمسک کیا وہ اہل جنت سے ہوا عائشہ نے پوچھا سنت کیا ہے حضرت نے فرمایا ابوبکر وعمر کی محبت جس سے معلوم ہوا کہ سنت سے مراد سنت خدا ورسول نہیں ہے بلکہ محبت شیخین ہے اور یہی ہمارا دعوی ہے جسکی تصدیق آپکے اس کلام سے بھی ہوتی ہے اور یہ لقب زمانہ صحابہ ہی کے بوجہ پیدا ہونے فرق ضالہ مثل خارجیون ناصبیون منکرین قدر منکرین صفات وغیرہ کے اختیار کیا گیا الوکاس صـ

جس سے معلوم ہوا کہ یہ لقب نہ منجانب اللہ ہے نہ منجانب الرسول بلکہ خود اپنا اختیاری لقب ہے اور چونکہ معویہ بھی آپکے والسنت مین صحابی مین لہذا یہ بھی ٹھیک ہوا کہ عہد صحابہ ہی مین یہ لقب اختیار کیا گیا بلکہ خود آپکے صحابی ہی نے یہ لقب دیا۔
اب اسکے مقابلہ مین ان احادیث کو دیکھئے جو خود آپکے یہان مستند حدیثوں سے ثابت ہے کہ خود آنحضرت نے شیعون کو لقب شیعہ سے ممتاز کیا اور قرآن مین بھی یہ لفظ اسی معنی مین آیا ہے۔
صواعق محرقہ مین ہے وروی الطبرانی انہم قال لعلی اول اربعة یدخلون الجنة انا وانت والحسن والحسین وذریتنا خلف ظهورنا وازواجنا خلف ذریتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا ان هذه الایة لما نزلت قال لعلی هو انت وشیعتك تاتی انت وشیعتك یوم القیامة راضین مرضیین ویاتی عدوك غضابا مقمحین صـ۹۶
اس قسم کی صدہا حدیثین ہین جنمین حضرت نے شیعون کو بشارت جنت دیا ہے جس سے یہ تو یقیناً معلوم ہوا کہ یہ لقب عطیہ رسول اللہ ہے نہ کہ مثل اہلسنت از خود یہ لقب اختیار کیا ہو یا کسی دشمن نے دیا ہو جیسا کہ اہلسنت کو یہ نام معویہ نے دیا بایں ہمہ سنئے

چونکہ آجکل اخبار اہلحدیث مین یہ بحث بڑے زور دن سے چل رہی ہے کہ اہلسنت
کون ہے اسلیئے اسقدر ہمکو لکھنا پڑا کہ معلوم ہو کہ یہ لقب منجانب اللہ و منجانب
الرسول ہے نہ یہ کوئی علمی نام ہے بلکہ معویہ نے اوس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا
تھا اسلیئے جو لوگ اوس سال کی طرف منسوب ہین وہی لوگ اہلسنت ہین ہم
آپ لوگ جو تعریف جامع و مانع چاہتے ہین وہ کہان مل سکتی ہے اور بجز اسکے
کہ جو لوگ خلافت شیخین کے قائل ہین وہ سنی ہین اور کوئی تعریف نہین۔
آپ خوارج و معتزلہ کا نام لیکر چاہتے ہین کہ عامہ مسلمین کا دائرہ وسیع کرین حالانکہ
یہ سب مغالطہ ہے جس طرح کہ شیعہ کے لفظ مین اثنا عشری بوہرہ زیدیہ
سب داخل ہین اوسی طرح لفظ اہلسنت والجماعۃ مین خوارج معتزلہ جہمیہ قدریہ سب
داخل ہین اور اون کا کہین وجود ہی نہین بجز اسکے کہ کتابون مین اونکا نام موجود
ہے نہ کوئی شخص اونکا دکھائی دیتا ہے نہ اونکی کتاب کہین نظر آتی ہے پھر
ناحق اس تطویل لاطائل سے کیا فائدہ

تنقیح امر دوم اور اسکا فیصلہ

مولوی عبد الرزاق صاحب المقاص مین لکھتے ہین۔
کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے؟ کیا آپ نے حضرت
علی کو اپنا وصی (یعنی خلیفہ) بنایا تھا؟ کیا کسی اہل الجماعۃ والسنۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت
علی وصی یعنی خلیفہ رسول تھے؟ کیا صحابہ کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ بلا عقیدہ وصایت
راہ نجات مسدود ہے؟ کیا حضرت علی یا کسی صحابہ کا یہ عقیدہ تھا؟
واضح ہو کہ اس وصایت کے ثبوت کیلئے قطعی دلیل ہونی چاہیے کیونکہ یہ مسئلہ
اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے۔ پس یا تو قرآن پاک کی آیت ہونی چاہیے یا وہ حدیث ہو جو
متواتر ہے اگر کوئی حدیث صحیح ہو اور گو وہ احاد سے ہو اوس وقت بھی ہم مان لینے کو
تیار ہین لیکن سند غیر معتبر یا ناقابل اعتبار سے کچھ بھی ثابت نہین ہو سکتا

اسکے جواب میں ہم بجز اسکے کیا کہہ سکتے ہیں کہ آپکو مذہب اہلسنت سے خبر ہے نہ
اونکے اعتقادات سے کیونکہ پہلے دو سوال تو ایسے ہیں جنکا تعلق حدیث و قرآن
سے ہے اور دوسرے تین سوال ایسے ہیں کہ جنکو مذہب اہلسنت سے تعلق ہی
نہیں ذمہ دار دوسرا کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔

ہان ہم اسکو ثابت کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علی کو اپنا وصی اور خلیفہ
مقرر کیا تھا اور اثبات اسکا قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے مگر یہ مشکل ہے
کہ یہ ثابت کیا جائے کہ آپکا اعتقاد بھی اسپر ہے کیونکہ اگر اعتقاد بھی اسپر ہوتا تو ہم
نزاع کیون ہوتی اور یہ تیرا مذہب کیون بنتا۔
مگر جب ہم اسکو ثابت کر دینگے کہ رسول اللہ نے جناب امیر کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر
کیا اور ایسی سند صحیح سے یہ امر ثابت ہے کہ آپکے علما نے اوس سند کو صحیح کہا
ہے تو لا محالہ آپکو اقرار کرنا ہوگا کہ اگر اسپر اونکا اعتقاد نہیں ہے تو مذہب اہلسنت
قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔
نمبر اول سب سے پہلے آپکو کتاب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کی
زیارت کرنی چاہیئے جو اس ہندوستان کی اسلامی ریاست حیدرآباد دکن میں
۸ جلدون میں چھپی ہے سنہ ۱۳۱۲ ہجری صفحہ ۳۹۲ جلد ۶

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی عبد المطلب
انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ وقد امرنی اللہ ان ادعوکم الیہ
فایکم یوازرنی علی ہذا الامر علی ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی
فیکم قال فاحجم القوم عنہا جمیعاً فقلت یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ
فاخذ برقبتی ثم قال ہذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ
واطیعوا

پھر اوسی کتاب میں ہے صفحہ ۳۹۶

عن علی قال لما نزلت ہذہ الایۃ وانذر عشیرتک الاقربین جمع النبی

صلی اللہ علیہ وسلم من اهل بیته فاجتمع ثلاثون فاکلوا وشربوا
فقال لهم من یضمن عنی دینی ومواعیدی ویکون معی فی الجنة و
یکون خلیفتی فی اهلی وقال رجل یا رسول اللہ انت کنت بحرا من یقوم
بهذا ثم قال الاخر نعرض هذا علی اهل بیته واحدا واحدا فقال
علی انا احمد وابن جریر وصححه والطحاوی ص

پھر اسی کتاب میں ہے صـ ۳۹۷

عن علی قال لما نزلت هذه الآیة علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
وانذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول اللہ صلی اللہ وسلم
فقال یا علی ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک
ذرعا وعرفت انی مهما اناديهم بهذا الامر اری منهم ما اکره فصمت
علیها حتی جاءنی جبریل فقال یا محمد ان لم تفعل ما تومر به یعذبک
ربک فاصنع لی صاعا من طعام واجعل علیه رجل شاة واجعل لنا
عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی اکلمهم وابلغ ما
امرت به ففعلت ما امرنی به ثم دعوتهم وهم یومئذ اربعون رجلا او
ینقصونه فیهم اعمامه ابوطالب وحمزة والعباس وابولهب فلما اجتمعوا
الیه دعانی بالطعام الذی صنعته لهم فجئت به فلما وضعته تناول
النبی صلی اللہ علیه وسلم حبت خزیة من اللحم فشقها باسنانه ثم
القاها فی نواحی الصحفة ثم قال کلوا بسم اللہ فاکل القوم حتی نهلوا
عنه ما نری الا اثار اصابعهم واللہ ان کان الرجل الواحد منهم لیاکل
مثل ما قدمت لجمیعهم ثم قال اسق القوم یا علی فجئتهم بذلک العس فشربوا
منه حتی رووا جمیعا وایم اللہ ان کان الرجل منهم لیشرب مثله فلما اراد
النبی صلی اللہ علیه وسلم ان یکلمهم بدره ابولهب الی الکلام
فقال لقد سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یکلمهم النبی صلی اللہ علیه

وسلم فلما كان الغد فقال يا علي ان هذا الرجل قد سبقني الى ما سمعت
من القول فتفرق القوم قبل ان اكلمهم فعد لنا مثل الذي صنعت
بالامس من الطعام والشراب ثم اجمعهم لي ففعلت ثم جمعتهم ثم دعاني
بالطعام فقربته ففعل به كما فعل بالامس فاكلوا وشربوا حتى نهلوا ثم
تكلم النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا بني عبد المطلب اني و
الله ما اعلم شابا في العرب جاء قومه بافضل ما جئتكم به اني قد
جئتكم بخير الدنيا والآخرة وقد امرني الله ان ادعوكم اليه فايكم يوازرني
على امري هذا فقلت وانا احدثهم سنا وارمصهم عينا واعظمهم
بطنا واحمشهم ساقا انا يا نبي الله اكون وزيرك عليه فاخذ برقبتي
فقال ان هذا اخي ووصيي وخليفتي فيكم فاسمعوا له واطيعوا فقام
القوم يضحكون ويقولون لابي طالب قد امرك ان تسمع وتطيع لعلي ۔
(ابن اسحاق وابن جرير وابن ابي حاتم وابن مردويه وابو نعيم هق معا
في الدلائل)

یہ تین روایتیں ہیں ایک کتاب کنز العمال کی جسکو اونھون نے امام طبری ۔ امام احمد
بن حنبل و ابن جریر سے اور ابن اسحٰق ۔ ابن جریر ۔ ابن ابی حاتم ۔ ابن مردویہ ۔
ابو نعیم ۔ اور امام بیہقی سے روایت کیا ہے اور خلاصہ سب کا یہ ہے کہ جب رسول
اللہ پر آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت نے اپنے خاندان والونکو
جمع کیا اور فرمایا اے فرزندان عبد المطلب ہم تمہاری طرف خیر دنیا و آخرت کو لائے
ہین اور خدا نے حکم دیا ہے کہ تم سبکو اوسکی طرف دعوت کرین تو تم مین کون ہماری وزارت
کرتا ہے اس امر مین اس شرط پر کہ وہ ہمارا بھائی ۔ اور وصی وخلیفہ
ہو تملوگون مین تو سب نے اوس سے انکار کیا اور مینے (جناب امیرؑ) کہا اے نبی
خدا ہم آپکی وزارت قبول کرتے ہین اس امر پر تو حضرت نے فرمایا کہ یہ میرا بھائی
وصی خلیفہ ہے تملوگون مین اسکی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو

نمبر دوم مسند امام احمد بن حنبل میں ہے صفحہ ۱۱۱ جلد اول مطبوعہ مصر

حدثنا عبد اللہ ثنا ابی اسود بن عامر ثنا شریک عن الاعمش عن المنہال عن عباد بن عبد اللہ الاسدی عن علی قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وانذر عشیرتک الاقربین قال جمع النبی من اہل بیتہ فاجتمع ثلاثون فاکلوا وشربوا قال فقال لہم من یضمن عنی دینی ومواعیدی ویکون معی فی الجنۃ ویکون خلیفتی فی اہلی فقال رجل لم یسمہ شریک یا رسول اللہ انت کنت بحرا من یقوم بہذا ثم قال الآخر قال فعرض ذلک علی اہل بیتہ فقال علی اہل بیتہ فقال علیؑ انا ۔

خلاصہ مطلب تو یہی ہے کہ حضرت نے بعد نزول آیہ وانذر عشیرتک الاقربین سبکو جمع کیا اور دعوت کے بعد اون سے طالب نصرت ہوئے اس شرط پر کہ وہ حضرت کا خلیفہ ہو مگر بجز جناب امیرؑ کسی نے قبول نہ کیا جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ جس روز حضرتؐ نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا اُسی روز جناب امیرؑ کو خلیفہ بھی کیا ۔

اس حدیث میں اگرچہ لفظ وصی نہیں ہے مگر لفظ خلیفہ تو ہے بس جناب امیرؑ کا خلیفہ بلافصل ہونا تو بدیہی طور پر ثابت ہے اور بروایت کنز العمال بروایت ابن جریر آپ کا وصی ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ صفحہ ۱۵ سے مذکور ہوا ۔

نمبر سوم یہ روایت خود خصائص امام نسائی میں ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں صفحہ ۲۴۲ مقصد دوم

وازانجملہ آنکہ پیش از ہجرت باد دعا لمۂ لتنظر الخلافۃ کہ یکے از لوازم خلافت خاصہ است بجا آورد

اخرج النسائی فی الخصائص عن ربیعہ بن ناجیہ ان رجلا قال لعلی بن ابیطالبؑ یا امیر المومنین لم ورثت ابن عمک دون عمک قال جمع رسول اللہ او قال دعا رسول اللہ بنی عبد المطلب فصنع لہم مدا من طعام قال فاکلوا حتی شبعوا وبقی الطعام کما ہو کان لم یمس ثم دعا بغمر فشربوا حتی رووا وبقی الشراب کان لم یمس ولم یشرب فقال یا بنی عبد المطلب انی بعثت الیکم خاصۃ والی الناس عامۃ وقد رایتم من ہذہ الآیۃ ما قد رایتم

وايكم يبايعني على ان يكون اخي وصاحبي ووارثي فلم يقم اليه احد فقمت اليه
وكنت اصغر القوم قال اجلس ثم قال ثلث مرات كل ذلك اقوم فيقول
اجلس حتى كان في الثالثة ضرب بيده على يدي ثم قال فبذلك ورثت
ابن عمي دون عمي

امام نسائی نے خصائص میں ربیعہ بن ناجذ سے روایت کی کہ کسی نے جناب امیر سے پوچھا کہ آپ ہی کیوں وارث رسول ہوئے بہ نسبت چچا کے تو حضرت نے فرمایا کہ رسول اللہ نے خاندان عبد المطلب کو بلا کر دعوت دی ایک مد طعام اور ایک پیالہ پانی سے سب کو سیر کر دیا اور کھانا پانی ویسا ہی بچ رہا تو فرمایا اے بنی عبد المطلب ہم تمہاری طرف خاص مبعوث ہوئے ہیں اور لوگوں کی طرف عامۃً تو کون تم سے ہماری بیعت کرتا ہے اس شرط پر کہ وہ ہمارا اخی صاحب و وارث ہو تو کوئی نہ کھڑا ہوا ہم ہی ہر بار کھڑے ہوئے حالانکہ سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت نے تین مرتبہ اس کلام کا اعادہ کیا مگر بجز ہمارے کوئی نہ کھڑا ہوا ہم ہی ہر بار کھڑے ہوتے تو حضرت نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ پر مارا فرماتے ہیں اس وجہ سے ہم اپنے ابن عم کے وارث ہوئے نہ کہ ہمارے عم۔

نمبر چہارم اس حدیث کو امام طبری نے اپنی تفسیر میں بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۷۴ جلد ۱۹ مطبوعہ مصر۔

مگر اس میں کمال یہ کیا ہے کہ بجائے ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم کے عوض ان یکون اخی وکذا۔ کذا لکھ دیا مگر اس سے بجز اس کے کہ اہل مطابع کی دیانتداری ثابت ہوئی اور کیا نتیجہ نکلا کیونکہ انہیں امام طبری کی تاریخ یورپ میں چھپ چکی ہے جس میں یہی روایت ہے اور الفاظ اخی ووصی وخلیفتی موجود ہیں جیسا کہ مذکور ہو گا۔

نمبر پنجم اس حدیث کو علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۶۲ تفسیر سورہ شعرا مطبوعہ بمبئی

جس میں صریح یہ الفاظ ہیں علی ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی فیکم اور اسکے بعد ہذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا موجود ہے جس سے اہل ایمان مطبع مصر کی تحریف واضح ہو گئی۔

نمبر ششم یہی حدیث بجنسہ تفسیر خازن مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲ جلد ۲ مطبوعہ مصر

ثم قال هذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم۔

نمبر ہفتم یہی حدیث بجنسہ تاریخ طبری مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۷ جلد ۲ مطبوعہ مصر

چونکہ یہ نسخہ بطبع مصر نہیں اوس نسخہ سے نقل کیا گیا ہے جو ملک جرمن مین چھپا تھا لہذا تصرف سے

یہ روایت محفوظ رہی۔

نمبر ہشتم یہی روایت بجنسہ تاریخ کامل مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲ جلد ۲ مطبوعہ مصر

نمبر نہم یہی روایت بجنسہ تاریخ ابو الفدا مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱ جلد اول مطبوعہ

علامہ ابو الفدا بادشاہ حماۃ تھے المتوفی ۷۳۲ھ

نمبر دہم یہی روایت سیرۃ حلبیہ صفحہ ۳۸۱ جلد اول مین بھی موجود ہے مطبوعہ مصر

بلکہ اوسکے ساتھ یہ زیادتی بھی ہے فانت اخی ووزیری ووصی ووارثی وخلیفتی

من بعدی

نمبر ۱۱ تفسیر ثعلبی۔

نمبر ۱۲۔ تفسیر ابن ابی حاتم مین بھی یہ روایت موجود ہے جیساکہ علامہ ابن تیمیہ نے

منہاج السنۃ مین لکھا ہے صفحہ ۸۳ جلد ۴

نمبر ۱۳ مختارہ ضیاء مقدسی مین بھی یہ حدیث موجود ہے جیساکہ آیندہ مذکور ہوگا

ہمنے محض تسکین خاطر کیلئے صرف بارہ روایتون کو لکھا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم

ہو یہ حدیث کیسی معتمد ہے کہ بڑے بڑے علماے اہلسنت نے اس حدیث شریف سے

اپنی کتاب کو زینت دی ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایسی حدیث غیر صحیح ہو۔

مولوی عبد الرزاق صاحب عارف جلپوری لکھتے ہین۔ "واضح ہو اس وصایت

کے لئے قطعی دلیل ہونی چاہئے کیونکہ یہ مسئلہ اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے"۔

جسپر پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ وصایت کو بمعنی خلافت تسلیم کرتے ہین۔ تو خلفون کو آپنے

خلیفہ مانا ہے کیا کبھی اونکے لئے بھی کسی دلیل قطعی کو پیش کیا ہے۔ یا یہ سب وصایت وخلافت

جناب امیر ہی کیلئے لازم ہے۔

آپکے علامہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں فذھب اھل السنۃ وعامۃ
المعتزلہ انہ یجب علی الخلق سمعاً لقولہ علیہ السلام علی ما اخرجہ مسلم من حدیث
ابن عمر بلفظ من مات بغیر امام مات میتۃ جاھلیۃ ولان الصحابۃ
جعلوا اھم المھمات نصب الامام حتی قدموہ علی دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی مذہب اہلسنت وعامہ معتزلہ یہ ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا خلق پر واجب ہے بدلیل سمعی
کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے جو شخص مرے بغیر امام کے وہ جاہلیت کی موت مریگا۔ اور اسلئے
کہ صحابہ نے نصب امام کو اہم مہمات قرار دیا ہے یہانتک کہ مقدم کیا اسکو دفن رسول اللہ پر
توجب مذہب اہلسنت یہی ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا خلق کا کام ہے قول خدا ورسول کو اسمین
کوئی دخل نہین توپھر دلیل قطعی سے آپکو کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اگر آپکا یہ مذہب ہوتا کہ ہم حکم خدا
ورسول کو مانتے ہین تب آپ قرآن وحدیث کی بات سوال کرتے مگر ملا علی قاری اُنے
توبتا دیا کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ یہ کام خلق اللہ کا ہے جسکو وہ چاہے خلیفہ بنالے پھر
آیات واحادیث سے کیا تعلق رہا اور اوسکا نتیجہ بھی دیکھ لیا کہ جناب امیر اور حسنین خلیفہ
نہ مانے گئے اور معاویہ یزید وغیرہ مانے گئے کیونکہ خلق اونہین کو امام مانا جو عین مطابق
مذہب اہلسنت ہے۔

آپ قرآن کو دلیل قطعی مانتے ہین تو کہیے آیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا
الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون پ ۶ رکوع ۱۲ سورہ مائدہ
کی بھی تلاوت کی ہے جسمین خداوند عالم فرماتا ہے اے مومنو تمہارا ولی تو خدا اور رسول ہے
اور وہ مومن لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہین اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہین جسکو سب
جانتے ہین کہ جناب امیر کی امامت وخلافت کے بارے مین یہ آیت نازل ہوا۔
احادیث متواترہ تو صدہا ہین جنمین من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو سب متواتر مانتے ہین
مگر آپکے آدمی اوسکو مانا جو ہم لکھین۔

بہرحال یہان بحث وصایت کی ہے اور آپ فرماتے ہین اگر کوئی حدیث صحیح ہو اور گو
وہ احاد سے ہو اور سوکھتے بھی ایمان سے لینے کو تیار ہین لیکن سند غیر معتبر یا ناقابل اعتبار ہے

کچھ بھی ثابت نہین ہو سکتا ہے۔

لہٰذا ہم اس حدیث کی صحت بھی حسب تصریحات علمائے اہلسنت ثابت کرتے ہین اور یہ پوچھتے ہین کہ آپ کہانتک اوسکے مان لینے کو تیار ہین؟ کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث نے بھی اسپر آمادگی ظاہر کی تھی۔ مگر اپنے قول پر ثابت قدم نرہے ملاحظہ ہو اہلحدیث امرتسر جلد ۹ مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۳۰ھ جس مین لکھتے ہین۔

"ہمارے اہلسنت خصوصاً اہلحدیثون کے ان مسائل عشرہ کے جو بطلب شیعہ ہین انمین تاریخ طبری کی روایات نہین آسکتین سلئے اور پھر گوش دل سے سنئے تاریخ طبری ہو یا ابن خلدون۔ کامل ہو یا خمیس واقعات تاریخیہ مین تو سند ہو سکتی ہین مسائل شرعیہ مین نہین ہو سکتین کیا آپکو معلوم نہین کہ جبتک کوئی روایت صحیح متصل اسناد سے نہ ملے ہمارے یہان حجت نہین۔ اسلئے منقطع اور مرسل روایات کو ہم حجت شرعی نہین جانتے پس آپکی پیش کردہ روایات بوجہ نہونے سند صحیح متصل کے بجوے ناروا ہین تاوقتیکہ آپ اسکے لئے سند صحیح نہ ثابت کرین پھر ہمسے جواب لین۔

اڈیٹر صاحب فرمایئے ہمنے کوئی بات غلط کہی کیا آپ اسی طرح باقاعدہ جواب دینگے آپکو اطلاع رہے کہ اب جناب امیر علی مرتضیٰ کی خلافت منصوصہ ثابت کردین اور کی تو نہین کہتا ہون مگر مین تو ضرور مان لونگا مگر یاد رہے و دونہ خرط القتاد"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس طرح مولوی عبدالرزاق صاحب نے یہان دعویٰ کیا ہے کہ "ہم مان لینے کو تیار ہین" اوسی طرح ۱۳۳۰ھ مین مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی وعدہ کیا تھا مگر جب صحت سند ثابت کی گئی تو ایسا سکوت کیا کہ پھر کوئی بات ہی نکی۔

تعریف حدیث صحیح۔ یہان پہلے تعریف صحیح مناسب ہے کہ حدیث صحیح کسکو کہتے ہین جیسا کہ مولوی عبدالحی صاحب ظفر الامانی مین لکھتے ہین قد اختلف عبارتہم فی تعریف الحدیث الصحیح جدا

کہ حدیث صحیح کی تعریف مین علماء کی عبارتین بہت مختلف ہین جب تو اوسکے تعریف حدیث صحیح کیونکر ممکن ہے کیونکہ ہم جس تعریف کو لکھینگے آپ اوسکے خلاف بحوالہ ظفر الامانی

بتا ہے۔

احسن التعاریف ما اوردہ ابن حجر فی النخبۃ خبر الاحاد بنقل عدل تام

الضبط متصل السند غیر معلل ولا شاذ ھو الصحیح لذاتہ۔ صـ۲

کہ بہترین تعریف وہ ہے جسے ابن حجر نے اپنے نخبہ میں لکھا ہے کہ جو خبر احاد بنقل عدل

تام الضبط متصل السند وارد ہو اور معلل و شاذ نہو وہ صحیح لذاتہ ہے۔

لہٰذا ہم بھی اسکو تسلیم کر لیتے ہیں کہ راویان عدل کے ذریعہ باتصال سند جو روایت ہے

وہی صحیح ہے۔

مراتب صحت میں بھی اختلاف ہے بالخصوص گویا راسخ جمہور یہ ہے وا علی اقسام الحدیث

الصحیح ما اتفقا علیہ ثم انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ مسلم ثم ما کان

علی شرطھما وان لم یخرجاہ ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم

ثم ما صححہ غیرھما من الائمۃ صـ۶

کہ اعلیٰ اقسام حدیث نبوی ہے جسپر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو پھر جو صرف بخاری کی روایت

ہو پھر جو روایت مسلم سے ہو۔ پھر دونوں کی شرط پر ہو اگرچہ دونوں نے تخریج نہ کی ہو۔ پھر

شرط بخاری پر ہو۔ شرط مسلم پر ہو پھر جسکو دوسرے ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہو۔

پس جو حدیث کہ صحیح بخاری و مسلم میں نہو اوس کی صحت یون ہی ثابت کیجائیگی کہ ائمہ

حدیث کے اقوال دکھلائے جائینگے اونھون نے صحیح کہا ہے۔ پس ہمارا فرض یہان اسقدر

ہے کہ اس حدیث شریف کی صحت کا ثبوت اقوال علمائے اہل سنت سے پیش کردین۔

مقدمہ ابن الصلاح میں ہے الرابعۃ لم یستوعبا الصحیح فی صحیحیھما ولا

التزما ذلک صـ۱۰

یعنی بخاری و مسلم نے اسکا ارادہ نہین کیا کہ جتنی حدیثین صحیح ہین سبکو جمع کرین نہ اسکا التزام

کیا جس سے معلوم ہوا علاوہ صحیحین صدہا ہزارہا روایتین صحیح ہین جن کی صحت علماء کی تصریح

سے ثابت ہوجاتی ہے

اب دیکھنا ہے ... حدیث سے ہمارا استدلال ہے اوس کی صحت پر علماء کے

اہلسنت نے نص کیا ہے یا نہین کہ تقریب تمام ہو۔

پہلی روایت ہمنے کتاب کنز العمال ملا علی متقی کی نقل کی ہے جسکی غرض یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح اون احادیث صحیحہ سے ہے جسکو علماے اہلسنت نے اون کتابون مین داخل کیا ہے جسکی غرض یہ ہے کہ اس سے احکام شرعیہ مین استدلال کیا جاے۔

اسکے مصنف ملا علی متقی ہین جنکے حالات کو مولوی صدیق حسن خان صاحب نے ابجد العلوم مین بکمال شرح و بسط لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۸۹۵

مگر چونکہ وہ صرف ناقل حدیث ہین کہ مسند احمد بن حنبل و کتب اہلسنت سے نقل کیا ہے لہذا بخوف طول وہ عبارت نہین لکھی جاتی

دوسری روایت مسند امام احمد بن حنبل کی ہے۔ یہ کتاب مسند احمد بن حنبل اس وقت کی تصنیف ہے کہ جبتک نہ صحیح بخاری تصنیف ہوئی تھی نہ صحیح مسلم کیونکہ یہ سب اون کے شاگرد بلکہ شاگرد در شاگرد ہین۔

علامہ سبکی نے طبقات الشافعیہ صفحہ ۱۹۹ لغایت صفحہ ۲۰۲ مین اس تفصیل سے انکے حالات لکھے ہین کہ بخوف طوالت نہ ہم پوری عبارت لکھ سکتے ہین نہ اوسکا ترجمہ صرف ایک فقرہ اوسکا لکھتے ہین۔

قال ابو موسیٰ ومن الدلیل علی ان ما اودعہ الامام فی مسندہ قد احتاط فیہ اسنادا و متنا لم یورد فیہ الا ما صح سندہ صفحہ ۲۰۱

یعنی امام ابو موسیٰ لکھتے ہین کہ منجملہ دلائل کے جس سے امام احمد نے اسناد و متن مسند مین احتیاط کیا ہے اور نہین وارد کیا مگر اسی حدیث کو جسکی سند صحیح ہے کہ ایک حدیث کو اونھون نے مرنے وقت کٹوا دیا۔

تو کیا اسپر بھی مولوی صاحب کو اس حدیث رسولؐ کی صحت سند مین عذر ہو سکتا ہے کیونکہ امام سبکی اس مین تصریح کرتے ہین۔

(۱) کہ یہ ایک اصل ہے اصول سے اس امت کے (۲) یہ اصل کبیر ہے (۳) مرجع وثیق ہے۔

(۴) ... حدیثین منتخب کی گئی ہین (۵) تو کیا جو حدیثین انتخاب کرکے لکھی

جائین اون مین کوئی حدیث بیکار ہو سکتی ہے۔

(۵) یہ مسند امام قرار دی گئی ہے (۶) یہ کتاب معتمد ہے (۷) ملجا ہے (۸) مستند ہے (۹) امام احمد نے کہا اسکو سات لاکھ سے زیادہ حدیثون سے منتخب کیا ہے (۱۰) امام احمد نے کہا جس چیز مین لوگ اختلاف کرین وہ اس کتاب کی رجوع کرین۔

تو کیا اڈیٹر صاحب اس مسئلہ خلافت مین اس مسند کی حدیث شریف کو نہ مانینگے۔

(۱۱) امام احمد نے کہا اگر اسمین وہ حدیث نہو تو حجت نہین ہے تو کیا اس کتاب کے حجت ہونے مین شک کر سکتے ہین (۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ تمام روایات مسند حجت ہین (۱۳) کہا امام احمد نے مسند اسکو امام بنایا ہے (۱۴) جبکہ حدیث رسول مین اختلاف ہو تو اسکی طرف رجوع کرو (۱۵) اسمین ان لوگون سے روایت لی گئی ہے جسکا صدق اور اونکی دیانت ثابت ہے ایسے شخص سے جسمین کوئی طعن ہو (۱۶) سند اور متن مین پوری احتیاط کی گئی ہے (۱۷) اوسی حدیث کو رد کیا ہے جسکی سند صحیح نہین ہے تو کیا اسکے بعد بھی مولوی صاحب اس حدیث کی حجت پر ایمان نہ لائینگے جو مسند ایسی کتاب مین ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ رسالہ انصاف مین فرماتے ہین۔ وجعل ای احمد مسند میزانا یعرف بہ حدیث رسول اللہ ؐ فما وجد فیہ ولو بطرق واحد من طرقہ فلہ اصل وما لا فلا اصل لہ ۔

یعنی امام احمد نے اسکو میزان بنایا ہے جس سے حدیث رسول اللہ ؐ پہچانی جاتی ہے تو جو حدیث ایک طریق سے بھی اس مین ہے اوسکی اصل ہے اور جو نہین ہے اوسکی اصل نہین۔

حجۃ البالغہ مین فرماتے ہین صفحہ جلد اول مطبوعہ مصر

الطبقۃ الثانیۃ کتب لم تبلغ مبلغ الموطا و الصحیحین ولکنہا تتلوہا کان مصنفوہا معروفین بالوثوق والعدالۃ والحفظ والتبحر فی فنون الحدیث لم یرضوا فی کتبہم ہذہ بالتساہل فیما اشترطوا علی انفسہم فتلقاہا من بعدہم بالقبول و اعتنی بہا المحدثون والفقہاء طبقۃ بعد طبقۃ واشتہرت فیما بین الناس [illegible]

الاحادیث بناء عامة العلوم کسنن ابوداؤد وجامع الترمذی ومجتبی النسائی وهذه الکتاب مع الطبقة الاولی اعتنی باحادیثها رزین فی تجرید الصحاح وابن الاثیر فی جامع الاصول وکاد مسند احمد یکون من جملة هذه الطبقة فان الامام احمد جعله اصلا یعرف به الصحیح والسقیم قال ما لیس فیه فلا تقبلوه۔

یعنی دوسرے طبقہ کی وہ کتابین ہین جو موطا وصحیحین کے درجہ تک تو نہین پہونچین مگر ان کے بعد انہین کا درجہ ہے جسکے مولف مشہور تھے بوثوق وعدالت وتبحر علوم حدیث مین نہ راضی ہوئے کہ تساہل کرین اپنے شروط مین جسکو تمامی محدثین وفقہائے طبقہ بعد طبقہ قبول کیا اور انکو مقبول ہوئین کہ قوم نے اونکی شرحین کین رجال سے بحث کی فقہائے استنباط فقہ کیا اور انہین احادیث پر تمام علوم کی بنا ہے مثل سنن ابوداؤد وجامع ترمذی ومجتبی نسائی۔ ان سب کتابون کی احادیث کو رزین نے تجرید صحاح مین اور ابن الاثیر نے جامع الاصول مین جمع کیا ہے اور قریب ہے کہ مسند احمد بھی اسی طبقہ سے ہو۔ کیونکہ امام احمد نے اوسکو اصل قرار دیا ہے معرفت صحیح وسقیم کیلئے اور کہا کہ جو حدیث اس مین نہو اوسکو نہ قبول کرو۔ شاہ عبد العزیز صاحب عجالہ نافعہ مین لکھتے ہین صہ

حضرت والد قدس اللہ سرہ میفرمایند کہ مسند امام احمد نزد فقیر ازین طبقہ ثانیہ است ودے اصل است در معرفت صحیح وسقیم بوے شناختہ میشود حدیثے کہ آنرا اصل است از آنکہ اورا اصل نیست

تو اب کسی کی نہین بلکہ اہلحدیث کی مجال ہے جو اس حدیث شریف کی صحت سند سے انکار کرے کیونکہ یہ حدیث صرف خصائص نسائی مین نہین ہے جو صحاح ستہ مین داخل ہے بلکہ مسند امام احمد مین بھی ہے جو ہمسر صحاح ستہ ہے اور اس درجہ کی مستند ہے کہ وہ اک شناخت قرار دی گئی ہے صحیح وسقیم کیلئے۔

مگر صرف عداوت جناب امیر اور محبت خلفائے ثلثہ سے نہین قبول کی جاتی۔ حالانکہ باتفاق اہلسنت ثابت ہے کہ خلافت خلفا منصوص نہین تھا اور بقول اکثر اہلحدیث ثابت ہے کہ خلیفہ

ہے اسکی صحیح ہیں۔

علامہ زین الدین عبدالرحمن بن احمد دمشقی معروف بابن رجب المتوفی ۷۹۵ھ طبقات حنابلہ میں بذیل ذکر عبد المغیث ابن زہیر الحربی لکھتے ہیں۔

وصنف عبد المغیث الانتصار لمسند احمد اظنه ذکر فیه ان احادیث المسند کلّ صحیحة وقد صنف فی ذلک قبله ابو موسی وبذلک افتی ابو العلاء الهمدانی ص ۲ ۔ طبقات

یعنی عبدالمغیث نے انتصار مسند احمد تصنیف کیا جس میں کہا کہ کل احادیث مسند صحیح ہیں اور انکے قبل ابو موسیٰ نے بھی اس بارہ میں تصنیف کیا اور اسی کا فتویٰ ابو العلا ہمدانی نے بھی دیا۔ پھر کس درجہ حیف ہے کہ جس کتاب کی کل حدیثیں صحیح ہوں اسکی حدیث شریف مناقب جناب امیر میں قبول نہ کی جائے۔

تیسری روایت خصائص امام نسائی کی ہے۔ اور خصائص نسائی جزو صحیح نسائی ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب ص ۶ جلد اول میں لکھتے ہیں۔

فعند ذکر المولف یعنی المزی الرقوم فقال للستة ع وللاربعة ۴ وللبخاری خ ولمسلم م ولابی داؤد د وللترمذی ت وللنسائی ص ولابن ماجه ق وللبخاری فی التعالیق خت وفی الادب المفرد بخ وفی جزء رفع الیدین ی وفی خلق افعال العباد عخ وفی جزء القرأة خلف الامام ر ولمسلم فی مقدمة کتابه مق ولابی داؤد فی المراسیل مد وفی القدر قد وفی الناسخ والمنسوخ خد وفی کتاب التفرد ت وفی فضائل الانصار ص وفی المسائل ل وفی مسند مالک کد وللترمذی فی الشمائل تم وللنسائی فی الیوم واللیلة سی وفی مسند مالک کن وفی خصائص علی ص وفی مسند علی عس ولابن ماجه فی التفسیر فق هذا الذی ذکره المولف من تو الیفهم وذکر انه ترک تصانیفهم فی التواریخ عمداً لان الاحادیث التی تورد فیها غیر مقصودة بالاحتجاج وبقی علیه من تصانیفهم ... علی ... عمد ... الا ...

باهب تشنباع لمسلم وكتاب الزهد ودلائل النبوة والدعا وذم الدنيا وعالوى واخبار الخوارج من تصانيف ابي داؤد وكانه لم يقف عليها والله الموفق ولو افرد عمل يوم وليلة للنسائي عن السنن وهو من جملة كتاب السنن في رواية ابن الاحمر وابن السيار وكذلك افرد خصائص علي وهو من جملة المناقب في رواية ابن السيار ولم يفرد التفسير وهو في رواية حمزة وحده ولا كتاب الملائكة والاستعاذة والطب وغير ذلك وقد تفرد بذلك راو دون راو فما تبين لي وجه افراده الخصائص وعمل اليوم والليلة۔

یعنی مصنف تہذیب مزی نے کتابوں کیلئے ایک نشان مقرر کیا ہے صحاح ستہ کیلئے ع کتب اربعہ ٤ بخاری خ مسلم م۔ ابی داؤد۔ د۔ ترمذی۔ ت۔ نسائی س۔ ابن ماجہ ق پھر سب کی ایک ایک علامت لکھکر کہتے ہیں کہ انھیں کتابوں سے مصنف نے حدیثیں لی ہیں اور ان لوگوں کی ان تصانیف کو چھوڑ دیا ہے جو ان میں سے ہے کیونکہ جو حدیثیں ان میں وارد کی جاتی ہیں وہ احتجاج واستدلال میں مقصود نہیں ہوتیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ مصنف (مزی) نے نسائی کی کتاب عمل یوم ولیلہ کو علیحدہ کیا حالانکہ بروایت ابن احمر وابن سیار وہ بھی کتاب السنن سے ہے۔ اسی طرح خصائص جلیہ اثر کو علیحدہ کیا حالانکہ وہ منجملہ مناقب کے ہے اور تفسیر کو علیحدہ لکھا نہ کتاب الملائکہ کو نہ کتاب الاستعاذہ اور طب جنکے ساتھ ایک ایک راوی متفرد ہوا نسائی سے تو ہمکو اسکی وجہ نہ معلوم ہوئی کہ کتاب الخصائص اور عمل الیوم واللیلہ کو کیوں علیحدہ کیا بصنع جلدا

اس عبارت نے آپکو اچھی طرح بتایا کہ خصائص نسائی بھی درحقیقت سنن النسائی کا ایک حصہ ہے نہ کہ علیحدہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس سے احتجاج واستدلال کیا جائے کیونکہ جو کتابیں ایسی ہیں کہ انکی روایتوں سے احتجاج غیر مقصود ہے انکو مزی نے علیحدہ کر دیا ہے۔ پس احادیث خصائص نسائی کا ... حدیث کا خصوصاً قابل احتجاج ہونا بہی طور پر ثابت ہوا۔

اس تحریر سے اڈیٹر صاحب اہلحدیث کی وہ آرزو بھی پوری ہوگئی جو فرمایا تھا " ہمارے اہلسنت خصوصاً اہلحدیثوں کے یہاں مسائل شرعیہ کے جو دلائل معتبر ہیں ان میں تاریخ طبری کی روایات نہیں آسکتی۔ سنئے اور پھر سنئے اور گوش دل سے سنئے تاریخ طبری ہو یا ابن خلدون کامل ہو یا خمیس واقعات تاریخیہ میں تو سند ہو سکتے ہیں۔ مسائل شرعیہ میں نہیں ہو سکتے۔

کیا آپکو معلوم نہیں کہ جبتک کوئی روایت صحیح متصل اسناد سے نہ آوے ہمارے ہاں حجت نہیں "

کیونکہ اس تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ روایت خصائص نسائی کی ہے جو جزو کتاب سنن نسائی رہے اور وہ اسی طرح قابل احتجاج ہے جس طرح سنن نسائی قابل احتجاج ہو۔

کیا اڈیٹر صاحب سنن نسائی کو بھی قابل احتجاج نہ جانینگے جو صحاح ستہ میں داخل ہو؟ خصائص نسائی کا قابل احتجاج و استدلال ہونا تو اسی سے ظاہر ہے کہ امام نسائی نے اسی غرض سے اسکو تالیف کیا کہ احتجاج کریں اور لوگ ہدایت پائیں چنانچہ تہذیب التہذیب عسقلانی میں ہے۔ صہ ۳۷ جہ ۱

قال ابن عدی سمعت منصور الفقیہ واحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی یقولان ابو عبد الرحمن امام من ائمۃ المسلمین وقال محمد بن سعید الباوردی ذکرت النسائی لقاسم المطرز فقال ھو امام او یستحق ان یکون اماما وقال ابو علی النیسابوری [illegible] من ائمۃ المسلمین [illegible] وقال فی [illegible] الامام فی الحدیث بلا مدافعۃ وقال فی موضع آخر رایت من ائمۃ الحدیث اربعۃ فی وطنی واسفاری اثنان بنیسابور محمد بن اسحاق وابراہیم بن ابی طالب والنسائی بمصر وعبدان بالاھواز وقال مامون المصری خرجنا الی طرطوس واجتمع من الحفاظ عبد اللہ بن احمد ومربع وابو الآذان وکیلجۃ وغیرھم فکتبوا کلھم بانتخاب النسائی وقال ابو الحسین بن المظفر سمعت مشائخنا بمصر یعترفون لابی عبد الرحمن النسائی بالتقدم والامامۃ ویصفون من اجتہادہ فی العبادۃ باللیل والنہار ومواظبتہ علی الحج والجہاد

واقامة السنن المأثورة واحترازه عن مجالس السلطان وان ذلك لم يزل
الى ان استشهد وقال الحاكم سمعت علي بن عمر الحافظ غير مرة يقول النسائي
افقه مشائخ مصر في عصره واعرفهم بالصحيح والسقيم واعلمهم بالرجال فلما
بلغ هذا المبلغ حسدوه فخرج الى الرملة فسئل عن فضائل معوية فامسك
عنه فضربوه في الجامع فقال اخرجوني الى مكة فاخرجوه وهو عليل وتوفي مقتولا
شهيدا وقال ابوبكر المامونی سألت عن تصنيف كتاب الخصائص فقال دخلت
دمشق والمنحرف بها عن علي كثير فصنفت كتاب الخصائص رجاء ان يهديهم
الله ثم صنف بعد ذلك كتاب فضائل الصحابة وقرءها على الناس - و
قيل له وانا حاضر الا تخرج فضائل معوية فقال اى شیء اخرج اللهم
لا تشبع بطنه وسكت السائل * توفي سنة ٣٠٣ھ

یعنی ابو علی نیشاپوری کہتے ہین کہ نسائی ائمہ مسلمین سے تھے - پھر کہا نسائی امام حدیث بلا مدافعہ
دوسرے مقام پر کہا ہمنے چار آدمیون کو ائمہ حدیث سے دیکھا ہے محمد بن اسحق - ابراہیم بن ابی طالب
نسائی مصر مین - عبدان اہواز مین - مامون مصری کہتے ہین کہ حفاظ حدیث سے عبد اللہ بن
احمد - مربع - ابوالاذان کیلجہ وغیرہ جمع ہوئے سبنے لکھا **انتخاب نسائی** - ابوالحسن بن
مظفر کہتے ہین ہمارے مشائخ مصر سب قائل تھے امامت وتقدم نسائی کے اور اون کی
عبادت وحج وجہاد کی صفت کرتے تھے اور یہ کہ سنن ماثورہ کی اقامت کرتے اور مجالس
سلطان سے پرہیز کرتے - یہی اون کا داب تھا یہانتک کہ شہید ہوے -

امام حاکم کہتے ہین کہ علی بن عمر حافظ کو چند مرتبہ سنا کہ نسائی فقیہ ترین اپنے عصر کے مشائخ
سے اور سب سے زیادہ عارف ہین صحیح وسقیم واحوال رجال کے ساتھ یہ جب اس درجہ پر پہونچے
تو لوگون نے حسد کیا جس سے وہ طرف رملہ کے چلے گئے اون سے فضائل معویہ کو پوچھا
تو سکوت کیا جس پر سب نے مسجد جامع مین اون کو مارا اونھون نے کہا ہمکو مکہ پہنچا دو ہین
اونھون نے مقتول شہید ہوکر وفات کی -

ابوبکر مامون نے کہا کہ ہمنے اون سے وجہ تالیف خصائص دریافت کیا تو کہا کہ جب ہم وارد

دفن ہوئے تو وہاں لوگوں کو حضرت علی سے زیادہ محبت تھی اس لیے اسکو معاکر شاید اون

کی ہدایت ہو۔ اسکے بعد کتاب فضائل صحابہ لکھی اور سب کے سامنے اوسکو پڑھا تو کسی نے پوچھا

کہ فضائل معویہ نہیں لکھا۔ کہا کہ اونکی کونسی فضیلت لکھیں کہا اللہم لا اشبع بطنہ

کہ خدا ونکا او سکا پیٹ نہ بھرے اسکے بعد وہ چپ ہو رہے اور رسالہ بھی چھپ ہو رہا سنہ

وفات ۳۰۳ھ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب خصائص اس درجہ قابل احتجاج ہے کہ نسائی نے اس سے

امید کیا تھا کہ خدا اسکی بدولت ہدایت کریگا تو کیا اسکی کتاب کی کوئی روایت بھی غیر صحیح ہو سکتی

ہے۔

تفضیل نسائی بر مسلم | طبقات الشافعیہ امام سبکی میں ہے۔ ابن طاہر المقدسی سالت سعد

بن علی الزنجانی عن رجل فوثقہ فقلت قد ضعفہ النسائی فقال یا بنی ان

لابی عبد الرحمان شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری و مسلم صفحہ ۲۶ جلد ۲

یعنی ابن طاہر مقدسی نے سعد بن علی زنجانی سے ایک راوی کا حال دریافت کیا تو اوس نے

اسکی توثیق کی ابن طاہر نے کہا مگر نسائی نے اوسکو ضعیف کہا ہے تو سعد نے کہا نسائی کے

شرائط رجال میں زیادہ سخت ہیں بہ نسبت شرائط بخاری و مسلم کے تو پھر ایسے شخص کی روایت

کیونکر ضعیف ہو سکتی ہے جس کے شرائط سخت ہوں بخاری و مسلم سے۔

طبقات شافعیہ ابو بکر اسدی میں ہے قال القاضی تاج الدین السبکی سالت شیخنا

الذہبی ایما احفظ مسلم بن الحجاج او النسائی فقال النسائی ثم ذکرت ذالک

لوالدی فوافق علیہ۔

طبقات الحفاظ سیوطی میں ہے قال الذہبی ہو احفظ من مسلم

بن الحجاج لہ من السنن الکبری و الصغری و خصائص علی و مسند علی و

مسند مالک و غیر ذالک مات ۳۰۳ھ

شرح مواہب لدنیہ محمد عبد الباقی زرقانی میں ہے النسائی ابو عبد الرحمان احمد بن

شعیب بن علی الخراسانی ثم المصری الحافظ احد ائمۃ المبرزین و الاعلام

الطوافین والحفاظ المتقنین حتی قال الذہبی ہو احفظ من مسلم

اور طبقات شافعیہ سبکی میں ہے صفحہ ۲ جلد ۲ اور طبقات شافعیہ ابوبکر اسدی میں ہے کہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں ہمنے امام ذہبی سے پوچھا مسلم بن حجاج جنکی صحیح مسلم ہے وہ زیادہ حافظ ہیں یا نسائی۔ تو ذہبی نے کہا نسائی زیادہ حافظ ہیں یہی مضمون طبقات الحفاظ سیوطی شرح مواہب لدنیہ۔ مقالید الاسانید میں بھی ہے کہ امام نسائی زیادہ حافظ تھے بہ نسبت مسلم کے تو اب صحت روایت مذکورہ میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ راوی اسکے امام نسائی ہیں جو امام مسلم سے بھی زیادہ حافظ حدیث تھے۔

چونکہ کتاب مستطاب عبقات الانوار مجلد حدیث طیر میں خصائص نسائی کا جزو سنن نسائی ہونا اور امام نسائی کی جلالت قدر کا حال مفصل مرقوم ہے لہذا زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بفضلہ ہر طرح صحت اس حدیث شریف کی ثابت ہوئی کیونکہ یہ روایت خصائص نسائی میں موجود ہے جو صحاح ستہ اہلسنت میں داخل ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں ودعم فی جمع مناقبہ من الاحادیث الجیاد النسائی فی کتاب الخصائص کہ جناب امیر کے مناقب کو نسائی نے کتاب خصائص میں جید حدیثوں سے جمع کیا ہے۔

ان حالات سے آپکو یہ معلوم ہوگا کہ روایت نسائی میں جو تغیر ہوا یعنی بجائے خلیفتی کے وارثی وصاحبی لکھا گیا تو کس وجہ سے۔ کیونکہ جب محض روایت نہ کرنے سے فضائل معاویہ کے وہ شہید کردئے گئے تو اگر یہ لفظ رہتا تو نہ معلوم کیا حالت ہوتی۔ کیونکہ تفسیر و تاریخ طبری کا حال پہلے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ تاریخ طبری چونکہ یورپ ملک جرمن میں چھپی ہے اسلئے اوسکے الفاظ بجنسہ قائم رہے مگر تفسیر طبری سے وہی الفاظ نکال دئے گئے جو مصر میں طبع ہوئی۔ تو اگر خود نسائی نے ایسا کیا ہے تو از راہ تقیہ اور اگر یہ تحریف دوسروں کی ہے تو یقینی تحریف ہے۔

تضعیف بخاری

امام نسائی کا درجہ صرف مسلم ہی سے نہیں بڑھا ہوا ہے بلکہ غور کرو تو بخاری سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ علامہ سیوطی تدریب الراوی میں لکھتے ہیں۔ قال ابن طاہر شرط البخاری ومسلم ان یخرجا الحدیث المجمع علی ثقة رجاله الی الصحابی المشهور قال العراقی ولیس ما قاله بجید لان النسائی ضعف جماعة اخرج لهم الشیخان او احدهما صفحہ ۳

کہ ابن طاہر نے کہا شرط بخاری و مسلم یہ ہے کہ ایسی حدیثین روایت کرین جنکے رجال کے ثقہ ہونے پر اصحاب کا اجماع ہو۔ کہا عراقی نے یہ ٹھیک نہین ہے کیونکہ نسائی نے بہت سے ایسے راویون کو ضعیف کردیا جنسے بخاری و مسلم نے روایت کیا یا صرف بخاری یا صرف مسلم نے روایت کی ہے۔ جب خود امام نسائی کا یہ درجہ ہے کہ امام مسلم سے بڑھکر وہ حافظ ہین راویان صحیح بخاری و مسلم کو انھون نے ضعیف کردیا۔ تو پھر روایات خصائص نسائی کے صحیح الاسناد ہونے مین کس کو تامل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انکی تصنیف ہی محض بغرض ہدایت خوارج و نواصب اہل شام ہوئی تھی اور ظاہر ہے کہ ہدایت صرف احادیث صحیحہ سے ہو سکتی ہے نہ احادیث ضعیفہ و موضوعہ سے کہ وہ تو اور بھی گمراہ کرنیوالی حدیثین ہین۔

شاہ عبد العزیز صاحب بستان المحدثین مین لکھتے ہین۔ ص ۱۱۱

و سبب موت او آنست کہ چون از تصنیف مناقب مرتضوی رضی اللہ عنہ فارغ شد خواست کہ آن کتاب را در جامع دمشق بر ملا بیان کند تا مردم آنجا کہ بسبب طول سلطنت بنی امیہ میلے بمذہب نواصب پیدا کردہ بودند مہتدی شوند قدرے از آن کتاب مذکور کردہ بود کہ سائلی گفت کہ در مناقب امیر المومنین معاویہ نیز چیزے نوشتہ نسائی گفت کہ معاویہ را ہمین بس است کہ سر بسر نجات یابد او را مناقب کجاست و بعضی گویند کہ این کلمہ ہم گفت کہ نزد من از مناقب او ہیچ صحیح نشدہ مگر حدیث لا اشبع اللہ بطنہ عوام مردم او را بتشیع تہمت کردہ لگد کردند و چند ضربہ شدید بخصیتین او کہ بسبب آن نیم جان شد خادمانش برداشتہ بخانہ آوردہ از او گفت مرا ہمین وقت روانہ مکہ معظمہ کنید کہ در مکہ بمیرم یا در راہ مکہ گویند کہ بعد از رسیدن بمکہ وفات و در میان صفا و مروہ مدفون شد وفات او روز شنبہ سیزدہم صفر سال سہ صد و سہ بودہ است ص ۱۱۱

اس سے بھی صحت خصائص نسائی مثل آفتاب تابان نمایان ہے کہ اگر ایک روایت بھی اسمین ضعیف ہوتی تو خوارج و نواصب یا اہلسنت اوسکی رد کرتے اوسکی موضوعیت اور ضعف کو ثابت کرتے نہ کس بے دردی سے شہید کرتے جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ خصائص نسائی ایسی صحیح تھی کہ اسکا جواب بجز قتل کچھ نتھا۔ وہ بھی اسطرح کہ خود اپنے ہاتھون سے قتل

ہوتی۔ اور کسی طرح اون کو دسترس نہ ملتا۔ والحمد للہ علی وضوح الحق۔

رہا تیسرا مقدمہ کہ نسائی صحاح ستہ مین داخل ہے تو عجالۂ نافعہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی مین ہے "طبقۂ ثانیہ احادیثے کہ درین ہر سہ صفت بدرجۂ احادیث صحیحین نرسیدہ اند لیکن قریب صحیح اندرین صفات و آن حدیث جامع ترمذی و سنن ابوداؤد و سنن نسائی است کہ مصنفان این کتب مشہور و معروف اند بوثوق و عدالت و حفظ و ضبط و تبحر در فنون حدیث و درین کتابہا بہ تساہل و تسامح راضی نشدہ اند و حال حدیث و علت آن بقدر امکان بیان نمودہ اند و لہذا فیما بین علمائے اسلام شہرت یافتہ اند پس این شش کتاب صحاح ستہ نامند و ابن الاثیر در جامع الاصول این شش کتاب را جمع نمودہ۔

چوتھی حدیث مختارہ ضیاء مقدسی کی ہے جیسا کہ کتاب کنز العمال سے معلوم ہوا کہ اس روایت کو ضیاء مقدسی سے بھی لکھا ہے حم وابن جریر وصححہ والطحاوی ومن صلاۃ اور جلد اول مین شرح رموز مین لکھتے ہین ورمزت للبخاری (خ) وللمسلم (م) ولابن حبان (حب) وللحاکم فی المستدرک (ک) وللضیاء المقدسی فی کتاب المختارۃ (ض) وجمیع ما فی ہذہ الکتب الخمسۃ صحیح فالعزو الیہا معلم بالصحۃ سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ

ہمنے بخاری کیلئے (خ) کو علامت قرار دیا ہے۔ اور مسلم کیلئے (م) وابن حبان کیلئے (حب) حاکم کیلئے مستدرک مین (ک) اور ضیاء مقدسی کیلئے کتاب مختارہ مین (ض) تو جو حدیث ان پانچ کتابون مین ہے وہ سب صحیح ہے جب کسی کتاب کی طرف ان کتابون سے کسی حدیث کی نسبت کیجائے تو جاننا چاہیے وہ صحیح ہے۔ ہان مستدرک کی روایت پر کچھ اعتراض کیا گیا ہے تو ہم خود اوسپر تنبیہ کردینگے پھر لکھتے ہین ما کان فی مسند احمد فہو مقبول فان الضعیف الذی فیہ یقرب من الحسن۔

اور جو روایتین مسند احمد بن حنبل مین ہین وہ سب مقبول ہین کیونکہ جو روایت اوسمین ضعیف بھی ہے وہ بھی قریب بحسن ہے کہ حکم حدیث حسن اوسپر جاری ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہان روایات مسند احمد بن حنبل مقبول ہین وہان کل روایات

مختارہ ضیاء مقدسی صحیح ہین تو الحمدللہ کہ اس روایت کا صحیح ہونا بھی اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہوا کشف الظنون مین ہے ص۴۲۹ جلد ۲

المختارۃ فی الحدیث للحافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی المتوفی سنۃ ۶۴۳ ثلاث واربعین وستمائۃ التزم فیہا الصحۃ فصحح فیہا احادیث لم یسبق الی تصحیحہا قال ابن کثیر وہذا الکتاب لم یتم وکان بعض مشائخنا یرجحہ علی مستدرک الحاکم

یعنی کتاب مختارہ حدیث مین ہے حافظ ضیاء الدین محمد بن عبداللہ الواحد مقدسی حنبلی کی تصنیف جن کی وفات ۶۴۳ھ مین ہوئی اس مین التزام کیا ہے صحت کا ہے ان حدیثون کی تصحیح کی جسکے قبل کوئی سابق نہوا۔ کہا ابن کثیر نے کہ یہ کتاب ناتمام رہی ہمارے بعض مشائخ اس کو مستدرک امام حاکم پر ترجیح دیتے ہین۔

تدریب الراوی سیوطی مین ہے ص۴۲

ومنہم الحافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی جمع کتابا سماہ المختارۃ التزم فیہ الصحۃ وذکر فیہا احادیث لم یسبق الی تصحیحہا۔

یعنی نجملہ انکے حافظ ضیاء الدین ہین جنھون نے ایک کتاب جمع کی ہے جسکا نام مختارہ ہے اسمین التزام کیا ہے صحت کا اور ایسی حدیثین اس مین ذکر کی ہین جن پر کسی نے سبقت نہ کی۔

یہی مضمون کتاب التقیید والایضاح زین الدین عراقی اور ضوء اللامع سخاوی اور شرح مشکوۃ عبدالحق دہلوی اور اتحاف النبلاء مولوی صدیق حسن خان اور قول مستحسن مولوی حسن الزمان صاحب مین بھی موجود ہے کہ سب نے انکی تصریح کی ہو کہ مختارہ کی کل حدیثین صحیح ہین۔ پھر اس حدیث کی صحت مین کس کافر کو شک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایک امام کی تصحیح کافی ہے تو یہان تو اتنے ائمہ دین کے نصوص مین اس حدیث کی صحت ہے۔

پانچوین اس حدیث کو علامہ عملی نے ذخیرۃ المآل مین صحیح کہا ہے ملاحظہ ہو ص۱

ہ وصیۃ ولیہ الہادی وخزانہ علمہ الذی یقال لہم سلونی ۲ اما الوصیۃ فقد صح انہ لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین امر النبی علیاً یصنع طعاما ویدعو

له اولاد عبد المطلب وفيه انه دعاهم الى الاسلام فردوه فاخذ براس علی
وقال اللهم هذا اخی ووصی وخليفتی من بعدی ووصی وساق بطوله
یعنی شاعر نے کہا ہے حضرت کے وصی ہادی ولی ہیں جس نے اون سے کہا سلونی انکی شرح میں
لکھتے ہیں لیکن وصیت پس بطور صحیح وارد ہے کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو
رسول اللہ صلعم نے جناب امیر کو حکم دیا کہ کھانا تیار کریں اور اولاد عبد المطلب کی دعوت کریں۔
حضرت صلعم نے اونکو اسلام کی طرف دعوت کیا تو اونھوں نے رد کیا تب حضرت نے جناب امیر
کا سر پکڑا اور فرمایا خداوندا یہ میرا بھائی اور خلیفہ ہے بعد میرے اور وصی میرا ہے۔
اب اس سے بڑھکر کیا نص صریح ہو سکتا ہے صحت حدیث پر جسکے بارے میں علامہ عجیلی فرماتے
ہیں فقد صح کہ یہ روایت صحیح ہے۔
احمد بن عبد القادر عجیلی مصنف ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل کے حق میں مولوی
صدیق حسن صاحب جو المحدث کے امیر المومنین ہیں ابجد العلوم میں فرماتے ہیں صفحہ ۲۱
الشیخ احمد بن عبد القادر بن بکری العجیلی اخذ العلوم من آبائه الکرام وعن
غيرهم من الاعلام وهم کثيرون منهم + وللشيخ احمد مولفات ورسائل
ومنظومات ومسائل يطول ذکرها منها النفحة القدسية فی ظائف العبودية
وعقد جواهر اللآل فی مدح الآل وعليه شرح وتقاريظ من جمع جم منهم السيد
الجليل علی بن محمد بن احمد بن اسحق کتبه بمکة المشرفة سنة ۱۰۸۳ وللسيد عبد
الرحمن بن سليمان للاول فيه اجازة فی الحديث المسلسل بالاولية وله
مناقب وفضائل شهيرة وکان لا يمع بذی فضيلة فی جهة جهات الا
وتعرف به واستطلع حقيقة فضيلة ومکث علی هذه الحالة دهرا طويلا
ثم آثر الخلوة والعزلة الى ان انتقل الى جوار رحمة الله تع
یعنی شیخ احمد بن عبد القادر بن بکری العجیلی نے علوم کو اپنے آبا کرام وغیرہ سے حاصل کیا
جو تعداد میں کثیر ہیں اسکے بعد کچھ لوگوں کا نام بھی لکھا پھر فرماتے ہیں کہ انکی تصنیفات سے
بہت سے رسائل ومسائل ہیں جنمیں سے ایک نفحہ قدسیہ ہے دوسرا عقد جواہر اللآل

فی مدارج الاٰل جسپر شرح بھی لکھی (ذخیرۃ المآل) انکے مناقب کثیر ہین اور فضائل مشہور۔ مدتون یہی حالت رہی پھر عزلت نشین ہوئے۔

چھٹے یہی حدیث بعینہ تفسیر طبری جلد ۱۹ صفحہ ۷۴ مین بھی موجود ہے۔ مگر صاحبان مطبع مصر نے عجب کمال کیا ہے کہ اصل حدیث مین یہ تصرف کیا۔ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی وکذا وکذا۔ فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی کذا وکذا فاسمعوا له واطیعوا۔ ص۷۹ جس سے معلوم ہوا کہ مہتممان مطبع نے وصی وخلیفتی کو نکالکر کذا وکذا لکھا۔ اس صنعت کو اہلسنت صنعۃ اکتفا کہتے ہین ملاحظہ ہو السلاح۔ جلد صفحہ مگر افسوس اس ترکیب سے بجز رسوائی اور کوئی نفع نہین ہوا۔ کیونکہ اسی امام طبری کی تاریخ لیدن ملک جرمن مین چھپ چکی ہے جسکی نقل مصر مین چھپی اوس مین اس خیانت کا موقع نہ ملا اور آجتک لفظ اخی ووصی وخلیفتی موجود ہے جسکا اقرار خود اڈیٹر اہلحدیث نے بھی کیا تفسیر طبری کی صحت کا اقرار خود یاقوت حموی نے معجم الادبا مین کیا ہے جس مین گیارہ بارہ ورق مین طبری کے حالات کو لکھے ہین قال رایت فی النوم کانی فی مجلس ابی جعفر والناس یقرؤن علیه کتاب التفسیر فسمعت ھاتفا بین السماء والارض یقول من اراد ان یسمع القران کما انزل فلیسمع ھذا الکتاب ولم یتعرض لتفسیر غیر موثوق فانه لم یدخل فی کتابه شیئا عن کتاب محمد بن سائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانھم عنده اظناء۔ یعنی ابو محمد کا بیان شیخ خزانہ سے کہ ہمنے خواب مین دیکھا ہم گویا مجلس ابو جعفر طبری مین بیٹھے ہین اور کوئی تفسیر پڑھ رہا ہے۔ اتنے مین ہاتف کی آواز سنی کہ جو شخص چاہے قرآن کو اوسی طرح سے جسطرح نازل ہوا تو اس تفسیر کو سنے کیونکہ طبری نے نہ محمد بن سائب کلبی سے کچھ لکھا ہے نہ مقاتل بن سلیمان سے نہ محمد بن عمر واقدی سے کہ وہ سب اونکے نزدیک متہم تھے۔ اس تفسیر مین کوئی روایت غیر موثوق بہ کو نہین لائے ہین۔

پھر اس حدیث کے صحیح ہونے مین کیا عذر ہے کیونکہ تفسیر طبری مین کوئی روایت غیر موثوق داخل ہی نہین کی گئی اور یہ تفسیر ایسی ہے کہ گویا اصلی قرآن ہے جو نازل من اللہ ہے تفسیر

دست عثمان سے گویا بچا ہوا ہے۔

(۷) ساتوین یہی روایت بجنسہ تاریخ طبری مین بھی موجود ہے جسکا چند مرتبہ تذکرہ ہو چکا ہے لہذا تفسیر اور تاریخ کے صحیح ہونے کا حال ملاحظہ ہو۔

طبقات المفسرین محمد بن علی بن احمد داودی تلمیذ سیوطی مین ہے محمد بن جریر بن یزید بن غالب الطبری ابو جعفر راس المفسرین علی الاطلاق احد الائمہ جمع من العلوم مالم یشارکہ فیہ احد من اہل عصرہ وکان حافظاً لکتاب اللہ بصیراً بالمعانی فقیہاً فی احکام القران عالماً بالسنن وطرقہا صحیحہا وسقیمہا ناسخہا ومنسوخہا ×× ولہ التصانیف العظیمۃ منہا تفسیر القران وہو اجل التفاسیر لم یولف مثلہ کما ذکرہ العلماء قاطبۃً وذلک لانہ جمع فیہ بین الروایۃ والدرایۃ ولم یشارکہ فی ذلک احد لاقبلہ ولابعدہ × مولدہ بامل سنۃ ۲۲۴ ومات یوم الاحد سنۃ ۳۱۰ھ۔

محمد بن جریر طبری راس المفسرین ہین علی الاطلاق۔ منجملہ اماموں کے ایک امام ہین وہ علوم ان مین جمع تھے جس مین کوئی شریک اونکا نہ تھا۔ حافظ کتاب اللہ تھے۔ صحیح وسقیم ناسخ منسوخ سے واقف تھے تفسیر تو ایسی لکھی کہ آجتک اسکے مثل کوئی تفسیر لکھی نہین گئی۔ کیونکہ روایت ودرایت دونون کو جمع کیا ہے جس مین ان کا شریک نہ کوئی قبل ہوا نہ بعد ولادت ۲۲۴ھ وفات ۳۱۰ھ۔

اس عبارت نے آپکو بتا دیا کہ کل احادیث تفسیر صحیح ہین کیونکہ صحیح وسقیم کے پہچاننے مین وہ امام تھے۔ اور یہ روایت جس مین بحث ہے ایسی صحیح ہے جس مین کسیطرح شک ہی نہین ہوسکتا۔ کیونکہ روایت ودرایت دونون کو اونھون نے جمع کیا ہے:۔

یاقوت حموی معجم الادباء مین لکھتے ہین کان ابو جعفر یذہب فی الامامۃ الی امامۃ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وما علیہ اصحاب الحدیث فی التفضیل یعنی ابو جعفر طبری امامت مین قائل بہ امامت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی تھے جو طریقہ اہلحدیث ہے تفضیل مین

علامہ محمد بن جریر طبری مذکور کی تعریف مین علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کے چند فقروں کو درج کیا ہے جس مین لکھتے ہین قال ابو حامد الاسفرائنی لو سافر رجل الی الصین فی تحصیل تفسیر ابن جریر لم یکن کثیراً۔ یعنی ابو حامد اسفرائنی کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص طلب تفسیر ابن جریر مین ملک چین کا سفر کرے تو اس نے کوئی بڑا کام نہین کیا۔

علامہ یافعی مرآۃ الجنان حالات ۳۱۰ھ مین لکھتے ہین: علہ مصنفات ملیحۃ فی فنون عدیدۃ تدل علی سعۃ علمہ و غزارۃ فضلہ وکان ثقۃ فی نقلہ و تاریخہ و قیل تاریخہ اصح التواریخ واثبتھا۔

یعنی فنون عدیدہ مین ان کی نہایت عمدہ تصنیفین ہین جس سے وسعت علم اور غزارت فضل ظاہر ہے، نقل روایت مین یہ معتمد تھے اور تاریخ کو ان کی کہا جاتا ہے کہ اصح التواریخ ہے۔

چونکہ انکے حالات اور جلالت قدر ان کی کتاب مستطاب عبقات الانوار جلد حدیث ولایت مین تفصیل تمام مذکور ہے اور جلد اول اصلاح مین بھی مرقوم ہو چکا ہے لہذا اسیقدر پر یہان اکتفا کیا گیا۔ جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ روایت خلافت جناب امیر سنداً صحیح ہے۔

آٹھوین یہی حدیث تفسیر معالم التنزیل مین ہے تفسیر سورہ شعرا صفحہ ۴۹۳ مطبوعہ بمبئی۔

روی محمد بن اسحق عن عبد الغفار بن القسم عن المنہال بن عمرو عن عبد اللہ بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد اللہ بن عباس عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت ہذہ الایۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا علی ان اللہ یامرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متی انادیہم بہذا الامر اری منہم ما اکرہ فصمت علیہا حتی جاءنی جبرئیل فقال یا محمد ان لا تفعل ما تومر یعذبک ربک فاصنع لنا صاعاً من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واملا لنا عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی ابلغہم ما امرت بہ ففعلت ما امرنی بہ ثم دعوتہم لہ وہم یومئذ اربعون رجلاً یزیدون رجلاً او ینقصونہ

دعا بالطعام الذی صنعت فجئت به فلما وضعته تناول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حذیة من اللحم فشقها باسنانہ ثم القاها فی نواحی الصحفة ثم قال خذوا بسم اللہ فاکل القوم حتی ما لهم بشیء من حاجة وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منهم لیاکل مثل ما قدمت لجمیعهم ثم قال اسق القوم فجئتهم بذلك العس فشربوا حتی رووا جمیعاً وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منهم یشرب مثله فلما اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکلمهم بدرہ ابولهب فقال سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یکلمهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الغد یا علی ان هذا الرجل قد سبقنی الی ما سمعت من القول فتفرق القوم قبل ان اکلمهم فعد لنا من الطعام مثل ما صنعت ثم اجمعهم ففعلت ثم جمعتهم ثم دعانی بالطعام فقربته ففعل کما فعل بالامس فاکلوا وشربوا ثم تکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا بنی عبد المطلب انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرة وقد امرنی اللہ تعالی ان ادعوکم الیه فایکم یوازرنی علی امری هذا ویکون اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنها جمیعاً فقلت وانا احدثهم سناً انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیه قال فاخذ برقبتی ثم قال ان هذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا فقام القوم یضحکون یقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لعلی و تطیع۔

مطلب حدیث تو واضح ہے کہ جب حضرت کو اعلان نبوت کا حکم ہوا تو جناب امیرؑ کو حکم دیا کہ انکے لئے سامان دعوت کرو۔ جب سب جمع ہوئے حضرت نے فرمایا کون ہماری مدد کرتا ہے اس کام میں اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی وصی خلیفہ ہو تم لوگوں میں کسی نے نہ قبول کیا بجز جناب امیرؑ۔ حضرت نے جناب امیرؑ کی گردن پکڑ کر فرمایا یہ میرا بھائی وصی خلیفہ ہے تم لوگوں میں تم اسکا سنو۔ اسکی اطاعت کرو قوم ٹھٹھہ کرتی ہوئی اور ابو طالبؑ سے کہتی ہوئی حضرت

ابو طالب سے کہتی ہوئی کہ تمکو حکم دیا ہے کہ علیؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔

اس حکم کے نص صریح ہوتے ہیں تو کسی کافر کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ پر ادھر سے مضحکہ کے طور پر کہا تھا کہ تمکو حکم ہوا ہے کہ اپنے بیٹے کی فرمانبرداری کرو کیونکہ مضحکہ اوسکا اسپر تھا کہ خود تو ابھی کسی طور سے اقتدار نہیں رکھتے۔ اور چلے خلیفہ مقرر کرنے جسکو مولوی ثناءاللہ صاحب نے بھی کہدیا کہ خود تو ابھی بادشاہ نہ تھے خلیفہ کیا مقرر کرتے۔

غرض نص صریح ہونے میں تو کسی طرح شک ہی نہیں جسکا آخر میں مولوی ثناءاللہ صاحب نے دبی زبان سے اقرار کیا۔ اور عذر کیا تو اسی صحت کا لہذا یہ مرحلہ بھی طے کر دیا جاتا ہے۔

اہلسنت کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں بذیل ذکر تفسیر ثعلبی۔

فتفسیرہ وان کان غالب الاحادیث التی فیہ صحیحۃ ففیہ ما ھو کذب موضوع باتفاق اھل العلم ولھذا لما اختصرہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی وکان اعلم بالحدیث والسنۃ والفقہ منہ والثعلبی اعلم باقوال المفسرین ذکر البغوی عنہ اقوال المفسرین والنحاۃ وقصص الانبیاء فھذہ الامور نقلھا البغوی من الثعلبی واما الاحادیث فلم یذکر فی تفسیرہ شیئا من الموضوعات التی رواھا الثعلبی بل یذکر الصحیح منھا ویعزوہ الی البخاری وغیرہ فانہ صنف کتاب شرح السنۃ وکتاب المصابیح وذکر ما فی الصحیحین والسنن ولم یذکر الاحادیث التی یظھر لعلماء الحدیث انھا موضوعۃ کما یفعل غیرہ من المفسرین کالواحدی صاحب الثعلبی وھو اعلم بالعربیۃ منہ وکالزمخشری وغیرھم من المفسرین الذین یذکرون من الاحادیث ما یعلم اھل الحدیث انہ موضوع۔

کہ تفسیر ثعلبی میں اگرچہ غالب احادیث صحیح۔ مگر بعض حدیثیں موضوع بھی اوس میں داخل ہیں۔ اسلیے جب ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے اوسکو مختصر کیا تو ثعلبی سے صرف اقوال مفسرین ونحاۃ و قصص انبیاء کو نقل کیا کیونکہ بغوی۔ علم حدیث، سنت، فقہ میں اعلم تھے۔ بہ نسبت ثعلبی لیکن وہ اقوال مفسرین کے البتہ اعلم تھے۔

بغوی نے اون حدیثون کو مطلق نہ لکھا جو موضوعات سے ہین اور ثعلبی نے اونکی روایت
کی جو حدیث کہ صحیح ہوتی ہے اوسکو لکھتے ہین بخاری وغیرہ سے کیونکہ مصنف ہین کتاب
شرح سنۃ کتاب المصابیح کے اور ذکر کیا اوسکو جو صحیحین وسنن مین ہے اور نہ لکھا اون
حدیثون کو جن کی موضوعیت ظاہر ہوئی علماء اہلحدیث کو جیسا کہ اور مفسرین کرتے ہین مثل
واحدی صاحب ثعلبی کے یا زمخشری وغیرہ مفسرین کے جو اون حدیثون کو بھی لکھ جاتے
ہین جو اہل علم کے نزدیک موضوع ہین ۔

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ تفسیر معالم التنزیل بغوی مین جو روایت ہے
وہ صحیح ہے موضوع وغیرہ اس مین داخل نہین ہے تو اس روایت کی صحت سند مین
تو کوئی عذر نہین ہو سکتا ۔

کیونکہ مشکوۃ مین ہے وکان کتاب المصابیح الذی صنفہ الامام محی السنۃ قامع
البدعۃ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی رفع اللہ درجتہ اجمع
کتاب صنف فی بابہ واضبط لشوارد الحدیث واوابدھا ۔ الخ

یعنی کتاب المصابیح جسکو امام محی السنۃ قامع البدعۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء البغوی نے
تصنیف کیا سب سے جامع کتاب تھی جو اپنے باب مین تصنیف ہوئی اور متفرق و منتشر احادیث
کی سب سے ضابطہ اسکے بعد حال اختصار کتاب مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ کس درجہ
کا امام ہے کہ آج اوسی کی مصابیح کے مختصر مشکوۃ پر سارے علمائے اہلحدیث کا عمل ہے۔ پھر
اوسکی روایت مین کسکو شک ہو سکتا ہے ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اسکے احادیث کی صحت پر نص کیا ہے۔ تو
اب کسی وہابی کو اس حدیث کی صحت سند مین عذر نہین ہو سکتا ۔

شرح مشکوۃ شیخ عبدالحق دہلوی مین ہے اور صفحہ ۱۶ جلد اول ۔

و در وجہ تلقب او بہ محی السنۃ آوردہ اند کہ چون شرح کتاب السنۃ را تالیف نمود
آنحضرت را در واقعہ دید کہ فرمود احیاک اللہ کما احییت سنتی زندہ دارد ترا خدا

تو یہی روایت بجنسہ محمد بن اسحق کی روایت ہے جیسا کہ کنز العمال سے منقول ہوا۔ آپ جانتے ہیں یہ امام محمد بن اسحق کون بزرگ ہیں تہذیب التہذیب میں ہے۔ خت م ۴ محمد بن اسحق بن یسار۔ یعنی ان سے بخاری نے تعالیق میں اور مسلم نے اور کل جامعین صحاح ستہ نے روایت کیا ہے جلد ۹ صفحہ ۳۸

قال علی بن المدینی مدار حدیث رسول اللہ صلعم علی ستۃ فذکرہم ثم قال فصار علم الستۃ عند اثنا عشر فذکر ابن اسحق فیہم وقال ابن عیینۃ رایت الزہری قال لمحمد بن اسحق این کنت فقال ہل یصل الیک احد قال فدعا حاجبہ وقال لا تحجبہ اذا جاء وقال ابن المدینی سمعت سفیان قال قال ابن شہاب وسئل عن مغازیہ فقال ہذا اعلم الناس وقال ابن ابی خیثمۃ عن ابن معین قال عاصم بن عمر بن قتادۃ لا یزال فی الناس علم ما بقی ابن اسحق وقال ابن ابی خیثمۃ عن ہارون بن معروف سمعت ابا معاویۃ یقول کان ابن اسحق من احفظ الناس فکان اذا کان عند الرجل خمسۃ احادیث او اکثر جاء فاستودعہا ابن اسحق وقال النفیلی عن عبد اللہ بن فائد کنا اذا جلسنا الی ابن اسحق فاخذ فی فن من العلم قضی مجلسہ فی ذلک الفن منہ

امام علی بن مدینی کہتے ہیں کہ مدار احادیث رسول چھ آدمیوں پر ہے (عمرؓ۔ جناب امیرؑ۔ ابن مسعودؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابو الدرداءؓ۔ اور ان چھ آدمیوں کا علم بارہ آدمیوں کو ملا ہے ان میں ابن اسحق بھی ہیں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ امام زہری نے کہا ابن اسحق سے کہاں تھے تو ابن اسحق نے جواب دیا کیا تم تک کسی کی رسائی بھی ہوتی ہے۔ اسپر زہری نے اپنے دربان کو بلا کر کہا کہ دیکھو جب یہ آیا کریں تو انکو نہ روکنا۔ ابن شہاب سے جب کسی نے انکے علم مغازی کو پوچھا تو کہا یہ سب سے بڑے عالم ہیں۔ کہتے ہیں ابن ابی خیثمہ ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ جبتک ابن اسحق باقی رہینگے اوسوقت تک علم باقی رہیگا ابو معاویہ کہتے ہیں کہ ابن اسحق سب سے بڑے حافظ تھے اگر کسی کے پاس پانچ یا زیادہ حدیثیں ہوتیں

تو وہ ابن اسحٰق کو بطور امانت سونپ دیا اور پھر اوسی طرح واپس لیتا۔ شبلی کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ ابن اسحٰق کی مجلس میں بیٹھتے اور وہ کسی فن کو شروع کرتے تو پورے دن اوسی فن میں ختم کر دیتے۔

عن ابن عیینہ قال جالست ابن اسحٰق نیفاً و سبعین سنة وما یتہمہ احد من اہل المدینة ولا یقول فیہ شیئاً۔

ابن عیینہ سے روایت ہے کہ ہم کچھ اوپر ستر برس ابن اسحٰق کی صحبت میں رہے مگر کسی کو اہل مدینہ سے ایسا نہ پایا جو اونکے بارہ میں کچھ اعتراض کرتا یا شک کرتا

پھر جس روایت کے راوی محمد بن اسحٰق ہو جو امام فن المغازی میں اوس روایت میں کیونکر شک و شبہ ہو سکتا ہے تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی میں ہے قال شعبہ هو امیر المومنین فی الحدیث وقال یزید بن ہارون لو کان لی سلطان لامرت ابن اسحٰق علی المحدثین صفحہ ۱۶۲ جلد اول

یعنی امام شعبہ کہتے تھے کہ محمد ابن اسحٰق علم حدیث میں امیر المومنین تھے اور یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ اگر مجکو سلطنت ملتی تو محمد بن اسحٰق کو تمامی محدثین پر امارت دیتے۔ پھر جس حدیث کے امام محمد ابن اسحٰق راوی ہیں اوس روایت کی صحت میں کس طرح شک ہو سکتا ہے۔

دسویں اس روایت کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے جو علم تفسیر کے امام اعظم تھے جیسا کہ کنز العمال سے مذکور ہوا۔

علامہ سیوطی لآلی مصنوعہ میں لکھتے ہیں واخرجہ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ وقد التزم ان یخرج فیہ اصح ما ورد ولم یخرج فیہ حدیثاً موضوعاً البتة ۔

کہ ابن حاتم نے اپنی تفسیر میں اسکا التزام کیا ہے کہ صحیح ترین روایات کو وارد کرے اور کسی حدیث موضوع کو اوس نے نہیں لکھا۔

امام ابن ابی حاتم کوئی معمولی امام نہیں ہیں بلکہ بڑے محقق و علامہ علم حدیث سے ہیں کہ ہزاروں حدیثوں کی تحقیقات میں ان کا نام آتا ہے نواب صدیق حسن خان تاج مکلل میں لکھتے

عبد الرحمن بن محمد بن ادريس ابو محمد بن ابی حاتم التميمی الحنظلی الامام
الحافظ بن الحافظ سمع اباه وغيره قال ابن منده صنف ابن ابی حاتم
المسند فی الف جزء وله مقدمة الجرح والتعديل واختلاف الصحابة
والتابعين وعلماء الامصار وله الجرح والتعديل فی بضع مجلدات
تدل على سعة حفظه وامامته وكتاب الرد على الجهمية وله تفسير
كبير سائره آثار مسندة فی اربع مجلدات وكان يعد من الابدال
وقد اثنى عليه جماعة بالزهد والورع التام والعلم والعمل توفی فی المحرم
سنة ۳۲۷ رحمه الله تعالى

یعنی یہ خود امام بن امام حافظ بن حافظ ہیں جنھون نے اپنے باپ سے حدیثون کو سنا
ابن منده کہتے ہین امام ابی حاتم نے ایک مسند لکھا ہزار جزو مین اور ایک مقدمہ لکھا جرح
وتعدیل اور اختلاف صحابہ وتابعین وعلما امصار مین اور کتاب جرح وتعدیل چند
جلدون مین ہے جس سے اونکے حفظ کی وسعت اور امامت معلوم ہوتی ہے اور
کتاب الرد علی الجہمیہ اور ایک بہت بڑی تفسیر جو چار جلدون مین ہے اور اوس مین
کل آثار ہین جو رسول اللہ اور صحابہ وتابعین سے منقول ہے ان کا شمار ابدال مین
تھا اور ایک جماعت علما نے انکی توصیف کی ہے زہد وورع تام وعلم وعمل کے ساتھ
۳۲۷ھ وفات ہے۔

اور تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی جلد ۳ مین ہے۔

قال ابو يعلى الخليلی اخذ علم ابيه وابی زرعة وكان بحرا فی العلوم و
معرفة الرجال صنف فی الفقه واختلاف الصحابة والتابعين وكان
زاهدا يعد من الابدال قلت كتابه فی الجرح والتعديل يقضی له بالرتبة
المنيفة فی الحفظ وكتابه فی التفسير عدة مجلدات وله مصنف كبير فی الرد
على الجهمية يدل على امامته قال على بن احمد الفرضی ما رايت احدا
ممن عرفه عبد الرحمن ذكر عنه جهالة قط

یعنی ابو یعلی الخلیلی کہتے ہین کہ اسنے اپنے باپ کے علوم کو اور ابو زرعہ کے علوم کو حاصل کیا اور علم اور معرفت رجال کے دریا تھے تفسیر مین اور اختلاف صحابہ و تابعین مین بھی تصنیف کیا اور انکا شمار ابدال سے تھا ذہبی کہتے ہین کہ اسکی جو کتاب جرح و تعدیل مین ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حفظ حدیث مین اون کا کیسا عالی درجہ تھا اور تفسیر مین اونکی کتاب چند جلدون مین ہے علی بن احمد فرضی کہتے ہین کہ جسکا ذکر ابن ابی حاتم نے کیا ہے کبھی کسی نے جہالت کی نسبت اوسکی طرف نہین دی پھر جو شخص ایسا بحر العلوم ہو اوسکے نسبت کوئی کیونکر یہ دعوی کر سکتا ہے کہ اوسنے کسی حدیث ضعیف یا مجروح کو اپنے مسند یا تفسیر مین داخل کیا ہے جسکی سند صحیح ہے تو پھر اس حدیث شریف کی صحت مین کب عذر ہو سکتا ہے جسکو امام ابن ابی حاتم نے بسند صحیح نقل کیا ہے گیارہوین اس حدیث کو صاحب کنز العمال ابن مردویہ سے بھی نقل کیا ہے تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی مین ہے ۔ ابن مردویہ الحافظ الثبت العلامہ ابو بکر احمد بن موسی بن مردویہ الاصبہانی صاحب التفسیر والتاریخ وغیر ذلک ۔ و عمل المستخرج علی صحیح البخاری وکان فیما بمعرفۃ ہذا الشان بصیراً بالرجال طویل الباع ملیح التصانیف ولد سنۃ ثلث و عشرین و ثلثمائۃ و مات بست من رمضان سنۃ ست عشرۃ و اربع مائۃ صفحہ ۲۵۲ جلد ۳

علامہ ابو بکر احمد بن موسی بن مردویہ اصفہانی صاحب تفسیر و تاریخ ہین ۔ انھون نے صحیح بخاری پر مستخرج لکھا ہے اور اس فن حدیث کے بڑے ماہر تھے اور علم الرجال سے پورے واقف تھے اور عمدہ تصانیف لکھا تھا سنہ ۳۲۳ھ وفات سنہ ۴۱۶ھ ہے ۔

بارہوین روایت حسب تصریح کنز العمال ابو نعیم اصفہانی کی ہے جو مشہور مصنف حلیۃ الاولیاء و دلائل النبوۃ ہین تاج مکلل مولوی صدیق حسن خان مین ہے الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحق بن موسی بن مہران الاصبہانی الصوفی المشہور صاحب کتاب حلیۃ الاولیاء کان من اعلام المحدثین و اکابر الحفاظ اخذ عن الافاضل و اخذوا عنہ و انتفعوا بہ و کتابہ حلیۃ الاولیاء

من احسن الکتب + توفی فی رجب ۴۳۰ھ

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی مشہور حافظ حدیث ہیں جنکی کتاب حلیۃ الاولیاء ہے۔ یہ اعلام محدثین و اکابر حفاظ سے تھے اور بہت سے افاضل نے انھوں نے علم حدیث کو حاصل کیا اور لوگ بھی انکے علوم سے مستفیض ہوئے انکی کتاب حلیۃ الاولیاء احسن کتب سے ہے۔

تیرھویں روایت بتصریح کنز العمال امام بیہقی کی یہی ہے کہ بعینہ۔ امام بیہقی کی نسبت اتحاف النبلاء نواب صدیق حسن خان میں ہے کہ

ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ البیہقی الخسرو جردی الفقیہ الشافعی الحافظ الکبیر المشہور واحد زمانہ وفرد اقرانہ فی الفنون من کبار اصحاب الحاکم ابی عبد اللہ بن البیع فی الحدیث ثم الزائد علیہ فی انواع العلوم اخذ الفقہ عن ابی الفتح ناصر بن محمد العمری المروزی غلب علیہ الحدیث واشتہر بہ رحل فی طلبہ الی العراق والجبال والحجاز وسمع بخراسان من علماء عصرہ وکذلک ببقیۃ البلاد التی انتہی الیہا وشرع فی التصنیف فصنف فیہ کثیرا حتی قیل تبلغ تصانیفہ الف جزء وھو اول من جمع نصوص الامام الشافعی رضی اللہ عنہ فی عشر مجلدات ومن مشہور مصنفاتہ السنن الکبیر والسنن الصغیر ودلائل النبوۃ والسنن والآثار وشعب الایمان ومناقب الشافعی المطلبی ومناقب احمد بن حنبل وغیر ذلک وکان قانعا من الدنیا بالقلیل وقال امام الحرمین فی حقہ ما من شافعی المذہب الا وللشافعی علیہ منۃ الا احمد البیہقی فان لہ علی الشافعی منۃ وکان من اکثر الناس نصرا للمذہب الشافعی وطلب الی نیسابور لنشر العلم فاجاب وانتقل الیہا وکان علی سیرۃ السلف واخذ عنہ الحدیث جماعۃ من الاعیان منھم زاھر الشحامی ومحمد الفراوی وعبد المنعم القشیری وغیرھم وکان مولدہ فی شعبان

سنة اربع وثمانين وثلثمائة وتوفى فى العاشر من جمادى الاولى سنة ۴۵۸ه
بنیسابور ونقل الى بيهق رحمه الله تعالى ۱۲

یعنی امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی فقیہ شافعی حافظ کبیر مشہور ہین اپنے زمانہ مین وحید تھے اور کل فنون مین فرید امام حاکم کے بڑے شاگرد تھے۔ بلکہ اور علوم کو وہ بیحد زیادہ کیا علم فقہ کو اونھون نے ابوالفتح ناصر بن محمد عمر سے حاصل کیا مگر شوق علم حدیث انپر غالب تھا اور اسی کے طلب مین جابجا سفر کیا عراق حجاز تمام سفر کیا اور خراسان کے کل علما سے علم حدیث کو حاصل کیا اوسکے بعد تصنیف مین مشغول ہوے یہانتک کہ ہزار جزو کے قریب انھون نے لکھی اور بخصوص امام شافعی کو اونھون نے جمع کیا۔ امام الحرمین کہتے ہین کہ اگرچہ تمام شافعیون پر امام شافعی کا حق ہے مگر بیہقی کا حق خود امام شافعی پر ہے پس بیت سلف پر تھے اور علم حدیث کو ان سے بہت سے اعیان انجمن نے حاصل کیا ہے ۴۵۸ھ وفات ہے۔

تفسیر طبری۔ تفسیر معالم التنزیل تفسیر خازن۔ تفسیر سراج المنیر تفسیر ثعلبی تفسیر واحدی تفسیر ابن مردویہ۔ تفسیر ابن ابی حاتم کنز العمال دلائل النبوة بیہقی۔ ابونعیم اصفہانی ذخیرة المآل عجیلی۔ مختارہ ضیا مقدسی تہذیب الآثار طبری۔ کتاب الاکتفا تاریخ طبری۔ تاریخ کامل تاریخ ابوالفدا روضة الصفا حبیب السیر معارج النبوة۔

چودھوین روایت آخر مین ہم شاہ ولی اللہ صاحب کی لکھتے ہین جنھون نے خصائص امام نسائی سے روایت کیا ہے جو پہلے مذکور ہو چکی ہے اور وجہ اس تخصیص کی یہ ہے کہ شاہ صاحب اس زمانہ کے اون مشاہیر علما سے ہین جو اپنی ناصبیت وخارجیت مین مشہور ہین لہذا اونکا اس روایت کو لکھنا بہت وزن رکھتا ہے چنانچہ لکھتے ہین وازانجملہ آنکہ پیش از ہجرت با دعامہ منتظر الخلافت کہ یکے از لوازم خلافت خاصہ است بجا آورد اخرج النسائی

ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲ رسالہ ہذا

جس سے یقیناً معلوم ہوا کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو اوسی وقت خلیفہ کیا۔

رہا یہ کہ شاہ صاحب مین ناصبیت تھی تو اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مولوی حسن الزمان صاحب قول مستحسن مین لکھتے ہین صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔

وقد عاعہ صاحب القرۃ بتلویحات قریبۃ من التصریحات واشارات شبیھۃ بالعبارات ولکن اوضح فی کتابہ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء اشیاء تمیہ ازالۃ الخلافۃ والھدایۃ عن خاتم الخلافۃ وفاتح الولایۃ لانستبیح ذکر شیء منہا الا مقرونا بالرّد والکتابان بین ظہرانی الناس الان نسال اللہ السّلامۃ والعصمۃ صـ ۲۲۱ مطبوعہ حیدرآباد

یعنی جس طرح ابن تیمیہ نے اظہار عداوت جناب امیرؑ کیا ہے اوسی طرح صاحب قرۃ العینین شاہ ولی اللہ نے بھی کیا ہے ایسی کنایون سے جو قریب بتصریح اور اشارے قریب بعبارت ہین۔ اسی طرح اون کی ازالۃ الخفاء ہے جس مین ایسی باتین ذکر کی ہین کہ وہ اوس کا نام ازالۃ الخلافۃ والھدایہ عن خاتم الخلافۃ والولایہ رکھنا چاہیے کہ ہم کسی طرح اون کا ذکر بھی جائز نہین جانتے جب تک اوس کا رد بھی نہ کیا جائے۔ یہ دونون کتابین لوگون کے سامنے ہین خدا سے سوال کرتے ہین عصمت وسلامتی کو۔

خاتم الکلام

بحث وصایت چونکہ اس حدیث شریف کے صحت واعتبار کو ثابت کر چکے کہ ایسے ایسے علما اسکے راوی ہین جنکا درجہ اور رتبہ بخاری ومسلم سے بڑھا ہوا ہے اور اگر بڑھا نہین ہے تو برابر ضرور ہے جیسا کہ آیندہ بھی مذکور ہوگا۔ تو اب ہم دوسرے جزو وصایت کیلئے اور بھی حدیثین پیش کرتے ہین جس سے اور بھی حق واضح ہوگا کیونکہ یہان بحث صرف خلافت کی نہین ہے۔ جو ابھی طے شدہ ہولی

وصایت جناب امیرؑ کے متعلق اسقدر حدیثین ہین کہ اوسکا احصا بھی ناممکن ہے۔ مگر مولوی عبید اللہ امرتسری نے اپنی مشہور کتاب ارجح المطالب مین جو مشہور بہ سوانح عمری جناب امیرؑ ہے اچھا ذخیرہ اس کا مع حوالہ کتب فراہم کیا ہے جو اس بارہ مین کافی ہے ملاحظہ ہو مثلاً مطبوعہ امرتسر لغایت صـ ۳۰

ام المومنین عائشۃ رضی اللہ عنہا فجلس بین رسول صلی اللہ علیہ وسلم وبین عائشۃ فقالت ما کان لک ان تجلس بین فخذی فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ظہرہا وقال مہلا تؤذینی فی اخی فانہ امیر المومنین وسید المسلمین وقائد الغر المحجلین یوم القیمۃ یقعد علی الصراط فیدخل اولیائہ فی الجنۃ ویدخل اعداءہ فی النار اخرجہ ابن مردویہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف رکھتے تھے اسنے مین جناب امیر تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین کے درمیان مین بیٹھ گئے بی بی عائشہ جھنجھلا کر بولین کیا میری ران پر بیٹھنے کے سوا آپکے لئے کوئی اور جگہ نہین تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ صدیقہ کی پشت پر ہاتھ مار کر کہا کہ چھوڑ میرے بھائی کے بارمین تو مجھے ایذا نہ دے۔ یہ مومنون کا امیر اور مسلمانون کا سردار اور سفید ہاتھ والون کا پیشوا ہے۔ قیامت کے روز یہ پل صراط پر بیٹھیگا اور اپنے دوستون کو جنت مین اور دشمنون کو دوزخ مین داخل کریگا۔

(۷) عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت ام حبیبۃ بنت ابی سفیان فقال یا ام حبیبۃ اعتزلینا فانا علی حاجۃ ثم دعا بوضوء فاحسن الوضوء ثم قال ان اول من یدخل ہذا الباب امیر المومنین وسید العرب خیر الوصیین واولی الناس بالناس قال انس فجعلت اقول اللہم اجعلہ رجلا من الانصار فاذا ہو علی بن ابی طالب اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے گھر مین رونق افروز تھے۔ ام حبیبہ سے ارشاد کیا اے ام حبیبہ تم ہم سے تھوڑی دیر کیلئے علیحدہ ہو جاؤ۔ کیونکہ ہمین ایک ضروری امر درپیش ہے پھر آپنے خوب طرح سے وضو کیا اور فرمایا جو شخص کہ سب سے اول اس دروازہ سے گھسیگا وہ مومنون کا امیر۔ اور عرب کا سردار اور تمام اوصیا سے بہتر اور سب لوگون سے برتر ہوگا۔ انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہین مین اپنے دل مین دعا کرنے لگا یا الہی وہ شخص جس کی حضرت نے یہ تعریف فرمائی ہے وہ انصار مین سے ہون۔ ناگہان جناب امیر علیہ السلام دروازہ سے گھس آئے

(۸) عن انس قال بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال الآن یدخل سید المسلمین وامیر المومنین وخیر الوصیین اذا طلع علی فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہم دائی الی مجلس بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح العرق من جبہتہ ووجہہ یمسح العرق من وجہ علی ویمسح بہ وجہہ فقال لہ علی یا رسول اللہ انزل فی شئی قال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی انت اخی ووزیری وخیر من خلف بعدی تقضی دینی وتنجز وعدی وتبین لہم ما اختلفوا من بعدی وتعلمہم تاویل القرآن مالم یعلموا وتجاہدہم علی التاویل کما جاہدتہم علی التنزیل۔ (اخرجہ الدیلمی وابن مردویہ)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین مین ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تہا کہ حضرت نے فرمایا ابہی اسوقت مسلمانونکا سردار اور مومنونکا امیر اور وصیا کا بہتر یہان آیگا۔ ناگہان جناب امیر تشریف لائے۔ حضرت نے فرمایا اے میرے پروردگار تیرے قربان۔ انس کہتے ہین کہ جناب امیر حضرت کے سامنے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ مبارک اور جبین مبین کا عرق اونکے چہرہ پر اور اونکے چہرہ کا عرق اپنے چہرہ اقدس پر ملنے لگے جناب امیر نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا میرے حق مین کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کیا تو راضی نہین کہ تیری منزلت مجہسے ایسی ہے جیسے کہ موسی سے ہارون کی تہی لیکن نبی میرے بعد نہین ہونیوالا۔ تو میرا بہائی اور وزیر ہے جنکو کہ مین اپنے بعد مین چہوڑ جاؤنگا ان سب سے تو افضل ہے میرے قرض کا ادا کرنیوالا اور میرے وعدے کو پورا کرنیوالا جن امور مین کہ لوگ میرے بعد اختلاف کرینگے تو اوسکو رفع کرنیوالا ہے۔ تو ان سے قرآن کے معنے بیان کریگا اور لوگون کے ساتہ قرآن کی تاویل پر جہاد کریگا جیسے کہ مین نے قرآن کی تنزیل پر جہاد کیا ہے۔

(۹) عن رافع مولی عائشۃ قال کنت غلاما اخدمہا فکنت اذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندہا اکون قریبا اعاطیہا شیئا قال فبینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندہا ذات یوم اذ جاء جاء فدق الباب قال فخرجت الیہ فاذا جاریۃ معہا اناء مغطی قال فرجعت الی عائشۃ فاخبرتہا۔ فقالت ادخلہا فدخلت فوضعت بین یدی عائشۃ فوضعتہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یاکل وخرجت الجاریۃ فقال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیت امیرالمومنین وسید المسلمین و امام المتقین عندی
یاکل معی فما جاء فدق الباب فخرجت الیہ فاذا ھو علی قال فرجعت فقلت ھذا علی
فقال صلی اللہ علیہ وسلم ادخلہ فلما دخل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا واھلا لقد
تمنیتک مرتین حتی لو ابطات علی لسالت اللہ عزوجل ان یاتی بک جلس فکل
(اخرجہ ابن مردویہ) جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا غلام رافع روایت
کرتا ہے کہ میں ام المومنین کے پاس رہا کرتا تھا اور انکی خدمت کیا کرتا تھا جسوقت جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم انکے گھر میں رونق افروز ہوتے تو میں قریب تر رہتا اور جس چیز
کی ضرورت ہوتی تو میں حاضر کیا کرتا۔ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین
کے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ ناگاہ ایک آنیوالے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں خبر لینے
کو باہر نکلا ایک لونڈی کو دیکھا کہ ڈھکا ہوا خوان لئے ہوئے ہے میں نے لوٹ کر ام المومنین
سے بیان کیا۔ انھوں نے اسکو گھر میں بلالیا۔ اس لونڈی نے خوان انکے سامنے رکھدیا
میں نے اوٹھاکر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو رکھدیا آپ اس میں تناول فرمانیلگے
اور وہ لونڈی چلی گئی آپ نے فرمایا کاش اسوقت امیر المومنین سید المسلمین امام المتقین بھی
یہاں ہوتے تو ہمارے ساتھ کھانے میں شرکت کرتے۔ اتنے میں ایک شخص نے باہر دروازہ
کھٹکھٹایا۔ میں دیکھنے کو نکلا اور جناب امیرؑ کو دروازہ پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ لوٹ کر میں نے
عرض کیا کہ جناب امیرؑ دروازہ پر تشریف رکھتے ہیں۔ حضور نے ان کو گھر میں بلالیا جب
جناب امیرؑ حاضر خدمت ہوئے سرکار نے مرحبا اور اہلاً کے الفاظ سے ممتاز فرمایا اور ارشاد
کیا ہم نے دو دفعہ تمہارے آنیکی آرزو کی تھی اگر تم دیر کرتے تو میں تمہارے لئے خدا سے
دعا کرنیوالا تھا۔ آو بیٹھو اور ہمارے ساتھ کھانا نوش کرو +

(۱۰) عن معاویۃ بن ثعلبۃ اللیثی قال مرض ابوذر الغفاری مرضا شدیدا حتی اشرف
علی الموت فوصی الی علی بن ابی طالب فقیل لہ لو اوصیت الی امیرالمومنین عمر بن الخطاب
کان اجمل لوصیتک من علی فقال ابوذر اوصیت واللہ الی امیرالمومنین حقا حقا (اخرجہ
ابن مردویہ) معاویہ بن ثعلبہ اللیثی بیان کرتا ہے کہ جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سخت

بیمار ہو کر انتقال کے قریب ہو گئے تو جناب امیرؑ سے اپنی وصیت بیان کی۔ لوگوں نے کہا اگر تم اپنی وصیت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے بیان کرتے تو تمہارے لیے یہ بہتر ہوتا ابو ذر کہنے لگے میں نے اپنی وصیت کو سچے امیر المومنین سے بیان کیا ہے۔

امام المتقین

(۱) عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل اوحی الی فی علی انہ امام المتقین (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار) جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پروردگار نے مجھ کو علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقیوں کا امام ہے۔

(۲) عن انس بن مالک والنواس بن سمعان قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی مرحبا بسید المسلمین و امام المتقین (اخرجہ الدیلمی وابوبکر بن مردویہ) انس بن مالک اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر سے فرمایا شاباش اے مسلمانوں کے سردار اور متقیوں کے امام۔

(۳) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت سید المسلمین و یعسوب المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الدیلمی) جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے علی تم مسلمانوں کے سردار اور مومنوں کے بادشاہ اور سفید ہاتھ اور سونہ والوں کے پیشوا ہو۔

(۴) عن عبد اللہ بن اسعد بن زرارۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی انتہیت الی ربی عزوجل فاوحی الی فی علی بثلاث انہ سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الحاکم وابونعیم وابن مردویہ وابن قانع) عبد اللہ بن سعد زرارہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شب معراج میں جب ہم اپنے پروردگار کے پاس پہونچے تو پروردگار نے مجھے علیؑ کے تین القاب القا فرمائے کہ وہ مسلمانوں کا سردار اور متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور سونہ والوں پیشوا ہے۔

ولی المتقین

عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک سید المسلمین ویعسوب المومنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین (اخرجہ الامام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ التحیۃ والثنا فی مسندہ) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تو مسلمانون کا سردار اور متقیون کا دوست اور سفید ہاتھ اور موںھ والون کا پیشوا ہے۔

سید الصادقین

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سید الصادقین (تذکرہ خواص الامۃ فی احوال الائمۃ لسبط ابن جوزی) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی سچون کا سردار ہے۔

سید المسلمین

(۱) عن النواس بن سمعان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی مرحبا بسید المسلمین حین جاءہ علی بن ابی طالب (اخرجہ الدیلمی) نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہین جب جناب امیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے تو حضرت ان کو مرحبا اے مسلمانون کے سردار کہکر پکارتے۔

(۲) عن انس قال بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الان یدخل سید المسلمین فاذا طلع علی (اخرجہ ابو بکر ابن مردویہ) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین ایک روز مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تہا کہ حضرت نے فرمایا ابھی ابھی سید المسلمین یہان آئیگا اتنے مین جناب امیر حاضر خدمت ہو گئے۔

(۳) عن عبد اللہ بن اسعد بن زرارۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی انتہیت الی ربی عز وجل فاوحی الی فی علی بثلاث انہ سید المسلمین وولی المتقین وقائد الغر المحجلین (اخرجہ ابن مردویہ) عبد اللہ بن زرارہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شب معراج مین جب ہم اپنے پروردگار سے ملاقات کی پروردگار نے علی کے تین لقب ہم کو الہام کیے کہ وہ مسلمانون کا سردار اور متقیون کا دوست اور سفید ہاتھ اور موںھ والون کا پیشوا ہے۔

سید المومنین

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ اوحی الی فی علی ثلاثۃ اشیاء لیلۃ اسری بی انہ سید المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الدیلمی) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بتحقیق شب معراج میں پروردگار نے مجھکو علی کے تین لقب القاء فرمائے کہ وہ مومنوں کا سردار اور متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور سفید منہ والوں کا پیشوا ہے۔

سید العرب

(۱) عن الحسن بن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادعوا الی سید العرب یعنی علیا فقالت عائشۃ الست سید العرب قال انا سید ولد آدم و علی سید العرب فلما جاء ارسل الی الانصار فاتوہ فقال هذا سید العرب فاحبوہ بحبی و اکرموہ بکرامتی فان جبرائیل اخبرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عز وجل (قال ابو نعیم فی حلیۃ الابرار رواہ ایضا ابو البشر عن سعید بن جبیر) واخرجہ محب الطبری فی الریاض النضرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی لیلیٰ عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انس انطلق فادع سید العرب الی آخر الحدیث۔ جناب امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرب کے سردار کو میرے پاس بلاؤ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کیا آپ عرب کے سردار نہیں آپنے فرمایا میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں علی عرب کے سردار ہیں جب علی تشریف لائے حضرتؐ نے انصار کو بلا بھیجا جب تمام انصار حاضر ہو گئے آپنے ارشاد فرمایا یہی جناب علیؑ تمام عرب کے سردار ہیں میری دوستی کی وجہ سے ان کو دوست رکھو اور میری عزت کی وجہ سے ان کی عزت کرو بتحقیق جبرئیل علیہ السلام نے خدا کا یہ پیغام مجھکو دیا ہے جو میں نے تم سے بیان کیا۔

(۲) عن ام المومنین عائشۃ قالت کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ دخل علی فقال هذا سید العرب فقلت بابی وامی انت سید العرب فقال انا سید العالمین وهو سید العرب (اخرجہ السیوطی والحاکم) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ جناب امیر تشریف لائے

ہیں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ عرب کے سردار ہیں فرمایا میں تمام عالم
کا سردار ہوں یہ عرب کا سردار ہے۔

(۳) عن مسلمۃ بن نفیل مرسلا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعائشۃ یا عائشۃ
ان اسرک ان تنظری سید العرب فانظری الی علی قالت لست سید العرب قال
انا امام المسلمین وسید العالمین وھذا سید العرب (اخرجہ الخطیب فی تاریخہ)
مسلمہ بن نفیل سے مرسلاً روایت ہے کہ تحقیق جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ اگر تو عرب کے سردار کو دیکھنا چاہتی ہے تو علی کو دیکھ
لے۔ ام المومنین نے عرض کیا کیا آپ عرب کے سردار نہیں فرمایا میں تمام علم حاصل کرنے والوں
کا امام اور تمام جہان کا سردار ہوں اور یہ عرب کا سردار ہے۔

(۴) اخرج الدارقطنی عن ابن عباس والحاکم عنہ وعن جابر قالا قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انا سید ولد آدم وعلی سید العرب دارقطنی ابن عباسؓ سے اور حاکم ابن عباسؓ اور
جابر عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی تمام اولاد
کا سردار ہوں اور علیؑ عرب کا سردار ہے۔

صدیق الاکبر

عن معاذۃ العدویۃ قالت سمعت علیا علی المنبر
منبر البصرۃ یقول انا الصدیق الاکبر (الریاض النضرۃ
فی فضائل العشرۃ للمحب الطبری) معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ میں نے بصرہ کے منبر پر جناب
امیرؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں۔

(۲) عن ابی ذر الغفاریؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت اول من آمن بی
وصدقنی وانت الصدیق الاکبر (اخرجہ الحاکم نقلت من الریاض النضرۃ) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ علی کو فرما رہے تھے تو وہ
شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور میری تصدیق کی ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

(۳) عن سلمان الفارسی وابی ذر الغفاری قالا اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بید علی
فقال ان ھذا اول من آمن بی ... وھذا فاروق ھذہ الامۃ ... یعسوب المومنین وھذا ...

يبصافحني يوم القيمة وهذا صديق الاكبر (اخرجه الطبراني والديلمي الطبراني في الكبير في مسند سلمان) سلمان فارسی اور ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تحقیق یہ وہ ہی جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور یہ اس امت میں حق اور باطل کے درمیان فرق کرنیوالا ہے اور یہ مومنوں کا یعسوب یعنی امیر ہے اور یہ وہ ہے جو قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کریگا۔ اور یہ صدیق اکبر ہے۔

(۴) عن عباد بن عبد الله قال علی انا عبد الله واخو رسول الله صلی الله علیہ وسلم وانا صدیق الاکبر لا یقولها ذالک غیری الا کاذب صلیت قبل الناس سبع سنین (اخرجه احمد فی المناقب والنسائی فی الخصائص الحاکم فی المستدرک والحافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبة فی سنته وابن عاصم فی السنة والحافظ ابو نعیم فی الحلیة والعقیلی) عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب امیر فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا مگر جھوٹ بولنے والا میں نے سات برس سب سے پہلے نماز پڑھی ہے۔

(۵) عن معاذة العدویة قالت سمعت علیا یقول علی المنبر منبر البصرة انا صدیق الاکبر امنت قبل ان یومن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر (رواه ابن قتیبة فی المعارف) معاذۃ العدویہ کہتی ہے میں نے بصرہ کے منبر پر جناب امیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں قبل اسکے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لاتے میں ایمان لایا ہوں اور ابوبکر رضی اللہ کے اسلام لانے سے پہلے اسلام لایا ہوں۔

(۶) عن ابن عباسؓ وابی لیلیٰ قالا قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم الصدیقون ثلاثة حبیب النجار مومن یاسین الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن ال فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله وعلی بن ابی طالب وهو افضلهم (اخرجه البخاری عن ابن عباس واحمد عن ابی لیلیٰ) ابن عباس اور ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صدیق تین ہیں۔ اول حبیب النجار الیاسین (یعنی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین پر ایمان لانیوالا) جس نے یہ کہا تھا اے میری قوم کے لوگو نبیوں کی متابعت کرو۔

اور فرعون کے گروہ سے ایمان لانے والا آخر قتیل جس نے یہ کہا تھا اے لوگو تم ایسے شخص
کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا پالنے والا خدا ہے۔ اور علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ان سے افضل ہے

(۷) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ
علیہم قال علی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد دعلی ان نزدہ اعظی الجنۃ قال یا علی ان لکل نبی رفیقا
اول من اسلم من امتہ فنزلت ھذہ الآیۃ واولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین
والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علیا فقال ان اللہ تعالیٰ قد انزل بیان ما سئلت فجعلک رفیقی لانک اول
من اسلم وانت صدیق الاکبر (تفسیر ابن النجار) ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت
کی تفسیر میں جس کا ترجمہ یہ ہے (جن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسول کی اطاعت کی ہے پس
وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت اتاری ہے) روایت کرتے ہیں کہ جناب
امیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم حضور کو جنت میں بھی دیکھ
سکیں گے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے جو اس پر سب سے
پہلے اسلام لاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر خدا نے
اپنی نعمت نازل کی ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں ساتھ
ہونگے اور یہ لوگ ان کے اچھے رفیق ہونگے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب
امیر کو بلایا اور فرمایا یا علی خدا تعالیٰ نے تیرے سوال کا بیان نازل فرمایا ہے اور تجھے میرا
رفیق بنایا ہے۔ کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

فاروق اعظم

(۱) عن ابی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول لعمر انت صدیق الاکبر وانت الفاروق الاعظم
الذی یفرق بین الحق والباطل (الریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ للمحب الطبری)
ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ جناب عمر سے فرماتے تھے کہ تم صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہو کہ تم حق و باطل میں فرق کر دو گے
(۲) عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی هذا اول من امن بی

هذا اول من يصافحني يوم القيمة وهذا صديق الاكبر وهذا فاروق الاعظم يفرق بين
الحق والباطل وهذا يعسوب المومنين والمال يعسوب المنافقين (اخرجه الديلمی) والطبرانی
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جناب
امیر کی نسبت فرماتے تھے یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہے۔ اور یہ وہ ہے
کہ سب سے پہلے قیامت کے روز مجھ سے ملیگا۔ اور یہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور مومنون کا
یعسوب (یعنی امیر ہے) اور مال منافقون کا امیر ہوتا ہے۔

(۳) عن ابی لیلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون من بعدی فتنۃ فاذا کان
ذالک فالزموا علیا فانہ الفارق بین الحق والباطل اخرجہ الخوارزمی والدیلمی) وابن عبد
البر فی الاستیعاب۔ ابو لیلی سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے
عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم حضرت علی کی اعتبار کرو بتحقیق وہ
حق و باطل میں فرق کرنیوالا ہے۔

خاتم الوصیین

عن انس قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انس
اسکب لی وضوء فتوضی وصلی ثم انصرف فقال یا انس
اول من یدخل علی الیوم امیر المومنین وسید المسلمین وخاتم الوصیین وامام الغر المحجلین
فجاء علی حتی ضرب الباب فقال من هذا یا انس فقلت علی فقال افتح له فدخل (اخرجه
ابو بکر ابن مردویه) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے
انس پانی لاکر ہمیں وضو کرا پس حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر آپ لوٹ بیٹھے اور ارشاد کیا
آج جو شخص کہ سب سے پہلے میرے پاس آئیگا وہ امیر المومنین اور خاتم الوصیین اور سید المسلمین اور سفید
ہاتھ پاؤں اور منہ والوں کا امام ہے۔ اتنے میں جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے دروازہ
کھٹکھٹایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا اے انس دروازہ پر کون ہے میں نے عرض کیا
کہ جناب امیر ہیں حضرت نے فرمایا دروازہ کھولدیں میں نے دروازہ کھولدیا جناب امیر اندر تشریف لے گئے۔

خیر الوصیین

عن انس قال بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الان یدخل سید المسلمین وامیر المومنین

وخیر الوصیین اذ طلع علی ابن ابی طالب (اخرجہ الدیلمی و ابو بکر بن مردویہ) انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا ابھی اسی وقت سید المسلمین اور امیر المؤمنین اور خیر الوصیین آئیگا اتنے میں جناب امیر تشریف لائے۔

الوصی

عن ابی سعید الخدری عن سلمان الفارسی قال قلت یا رسول اللہ لکل نبی وصی من وصیک فقال ہل تعلم من وصی موسیٰ قلت نعم یوشع بن نون قال لم قلت لانہ کان اعلمہم قال فان وصیی موضع سری وخیر من اترک بعدی وینجز عداتی ویقضی دینی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابو بکر ابن مردویہ والطبرانی فی الکبیر فی سند سلمان الفارسی) ابو سعید خدری سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہر ایک نبی کیلئے وصی ہوتا رہا ہے حضور کا وصی کون ہے۔ فرمایا تو جانتا ہے کہ موسیٰ کا وصی کون تھا میں نے عرض کیا یوشع بن نون۔ حضرت نے فرمایا کیوں میں نے گذارش کیا اسلئے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ آپ نے فرمایا پس میرا وصی اور میرا رازدار۔ اور جن لوگوں کو کہ میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں ان سب سے بہتر اور میرے وعدوں کو پورا کرنیوالا اور میرے قرضوں کا ادا کرنیوالا علی بن ابی طالب ہے۔

(۲) عن انس بن مالک قال حدثنی سلمان انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اخی ووزیری ووصیی خیر من اخلف بعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابن مردویہ) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے سلمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرا وصی اور میرے پیچھے رہنے والوں میں سب سے افضل علی بن ابی طالب ہیں۔

(۳) عن سلمان قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی تدری من کان وصی موسیٰ قلت یوشع بن نون فقال وصیی فی اہلی وخیر من اطلفہ بعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابن مردویہ) سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ...

کیا تجھے معلوم ہے کہ موسیٰ کا وصی کون تھا میں نے عرض کیا یوشع بن نون۔ حضرت نے فرمایا میرا وصی میرا اہل بیت اور جن کو کہ میں اپنے بعد میں چھوڑتا ہوں ان سب سے بہتر علی بن ابی طالب ہے۔

(۴) عن بریدة قال قال لی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم لکل نبی وصی و وارث وان علیاً وصیی و وارثی (اخرجہ البغوی فی معجمہ والدیلمی فی فردوس الاخبار) بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا رہا ہے۔ میرا وصی اور وارث علی ہے۔

(۵) عن انس قال قلنا لسلمان سل النبی صلی اللّٰه علیہ وسلم من وصیہ فقال سلمان من وصیک یا رسول اللّٰه فقال یا سلمان من کان وصی موسیٰ قال قلت یوشع بن نون قال فان وصیی ووارثی ویقضی دینی وینجز موعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ احمد فی مناقبہ) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا تم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ حضور کا وصی کون ہے سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جناب کا وصی کون ہے حضرت نے فرمایا اے سلمان موسیٰ علیہ السلام کا وصی کون تھا سلمان نے عرض کیا یوشع بن نون جناب نے ارشاد فرمایا کہ میرا وصی اور وارث اور میرے قرض کا ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کا پورا کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔

(۶) عن علی قال قال لی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم انت اخی ووارثی ووصیی قلت ما ارث منک یا نبی اللّٰه قال ما ورث الانبیاء من قبلی قلت ما ورث الانبیاء من قبلک قال کتاب ربھم وسنة نبیھم (اخرجہ ابن الحضرمی) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰة والسلام نے ارشاد کیا تو میرا بھائی اور وارث اور وصی ہے میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے حضور سے کیا ورثہ ملیگا فرمایا جو ورثہ کہ مجھ سے پہلے انبیاء چھوڑ گئے ہیں میں نے عرض کیا حضور سے پہلے انبیاء نے کیا ورثہ چھوڑا ہے فرمایا کتاب اور پہلے نبی کی سنت۔

(۷) عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم یا علی انت اخی ووارثی و

وصیی فقال علی ما ارث منک قال ما یرث النبیون بعضہم بعضا قال اللہ ورسولہ اعلم فقال کتاب اللہ وسنۃ نبیہ (اخرجہ ابن الحضرمی) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جناب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر سے ارشاد کیا تو میرا بھائی اور وارث اور وصی ہے جناب امیر نے گذارش کیا حضور کا کیا ورثہ ملیگا فرمایا اگلے نبیون نے ایکدوسرے کیا ورثہ پایا ہے جناب امیر نے عرض کیا کہ خدا اور اسکا رسول ہی جانتا ہوگا پس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اللہ اور نبی کی سنت۔

(۸) عن حبۃ العرنی عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی اوصیک بالعرب خیرا (اخرجہ ابن السراج) حبۃ العرنی جناب امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے علی علیہ السلام میں تمکو عرب کے ساتھ نیکی کرنیکی وصیت کرتا ہون۔

(۹) عن حبیش بن زرین قال رأیت علیا یضحی بکبش فقلت لہ ما ھذا قال اوصانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اضحی عنہ (اخرجہ احمد) حبیش بن زرین کہتے ہیں میں نے جناب امیر علیہ السلام کو ایک مینڈھے کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا میں نے گذارش کیا یہ کیا ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کرون۔

(۱۰) عن ام المومنین ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی اختار من کل امۃ نبیا واختار لکل نبی وصیا وانا نبی ھذہ الامۃ وعلی وصیی فی عترتی واھل بیتی وامتی من بعدی (اخرجہ ابوبکر الخوارزمی) جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب سید انبیا علیہ التحیۃ والثنا فرماتے تھے بالتحقیق ہر ایک امت سے خدا تعالی نے ایک نبی منتخب کیا ہے اور ہر ایک نبی کیلئے اسکی امت سے ایک وصی انتخاب فرمایا ہے میں اس امت کا نبی ہون اور میرے بعد میری امت اور میری عترت اور میرے اہل بیت میں میرا وصی علی ہے۔

ذات ما برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الجہد والضعف استعبرت فبکت حتی سال
الدموع علی خدیہا فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فاطمۃ ان لکرامۃ اللہ ایاک
زوجتک من اقدمہم سلما واکثرہم علما واعظمہم حلما ان اللہ تعالٰی اطلع الی اھل الارض
اطلاعۃ فاختارنی منہم فبعثنی نبیا مرسلا ثم اطلع اطلاعۃ فاختار منہم بعلک فاوحی اللہ
الی ان ازوجہا ایاک واتخذہ وصیا (اخرجہ الدارقطنی) واخرج الطبرانی والخطیب
من ابن عباس والحاکم عنہ وابی ھریرۃ) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
جب جناب سرور انبیا علیہ الصلوۃ والسلام بیمار ہوئے جناب فاطمہ علیہا السلام عیادت کیلئے
تشریف لائیں حضور پر ضعف اور تکلیف دیکھکر رونے لگیں حتی کہ دونوں رخسار مبارک
پر اشک جاری ہوگئے یہ دیکھکر سرکار نے ارشاد کیا اے فاطمہ اللہ کی خاص مہربانی تمہارے
تیرے حق میں کہ میں نے تیرا نکاح ایسے کے ساتھ کیا کہ وہ اسلام لانیمیں سب سے مقدم اور
سب سے زیادہ علم رکھنے والا اور حلم میں سب بڑا ہے۔ خدا تعالے نے زمین کے رہنے والوں
کو خوب دیکھکر انمیں سے مجھے انتخاب کیا اور مجھے نبی مرسل بنایا۔ پھر دوبارہ اچھی طرح
سے دیکھا اور تیرے شوہر کو انتخاب کیا اور مجھے وحی بھیجی کہ میں اسکے ساتھ تیرا نکاح
کروں اور اسکو اپنا وصی بناؤں۔

(۱۲) عن ابی ھارون العبدی قال اتیت ابا سعید الخدری فقلت لہ ھل شہدت بدرا
فقال نعم فقلت الا تحدثنی بشیئ مما سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علی فقال
یا ابنی اخبرک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض مرضتہ نقہ ودخلت علیہ فاطمۃ
تعودہ وانا جالس من یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رأت ما برسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من الضعف خنقتہا العبرۃ حتی بدت دموعہا علی خدھا فقال لہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ما یبکیک یا فاطمۃ قالت اخشی الضیعۃ یا رسول اللہ فقال یا فاطمۃ
ان اللہ اطلع الی اھل الارض اطلاعۃ فاختار منہم اباک ثم اطلع ثانیۃ فاختار منہم
بعلک فاوحی الی فانکحتہ واتخذتہ وصیا وما علمت انک بکرامۃ اللہ ایاک زوجتک
اعلمہم علما واکثرہم حلما واقدمہم سلما فضحکت واستبشرت فاراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان یزیدھا سوید الخیر کلہ الذی قسمہ للہ تعالے بمحمد و آل محمد صلی للہ علیہ وسلم فقال لہا یا فاطمۃ بعلی ثمانیۃ اضراس یعنے مناقب ایمان باللہ ورسولہ وحکمتہ وزوجتہ وسبطاہ الحسن والحسین وامرہ بالمعروف ونہیہ عن المنکر یا فاطمۃ انا اہل البیت اعطینا ست خصال لم یعطیہا احد من الاولین ولا یدرکہا احد من الاخرین نبینا خیر الانبیاء وھو ابوک وصینا خیر الاوصیاء وھو بعلک وشہیدنا خیر الشہداء وھو حمزۃ عم ابیک ومنا سبطا ھذہ الامۃ وھما ابناک ومنا مہدی ھذہ الامۃ الذی یصلی عیسے خلفہ ثم ضرب علی منکب الحسین فقال من ھذا مہدی ھذہ الامۃ اخرجہ الدار قطنی ابی ہارون العبدی کہتے ہیں میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے جا کر پوچھا کہ تم جنگ بدر میں حاضر تھے کہنے لگے کہ ہاں۔ میں نے کہا کیا تم مجھے نہیں بتا سکتے جو کچھ کہ تم نے علیؑ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہنے لگے اے میرے بیٹے میں تجھے سناتا ہوں کہ جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو کر ضعیف ہو گئے۔ جناب فاطمہ علیہا السلام عیادت کیلئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں میں سرکار کے داہنے طرف بیٹھا ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ضعف اور ناتوانی کا غلبہ دیکھکر رونے لگیں یہاں تک کہ رونے سے انکا دم گھٹ گیا اور رخسارہ پر آنسو نکل آئے سرکار نے فرمایا یا فاطمہ تم کیوں روتی ہو۔ گذارش کیا کہ حضور کے بعد میں اپنے ہلاک ہونے سے ڈرتی ہوں۔ آپ نے ارشاد کیا بالتحقیق پروردگار عالم نے زمین کے باشندوں کو اچھی طرح سے دیکھا اور تیرے باپ کو ان میں سے منتخب کیا پھر دوبارہ دیکھا اور تیرے شوہر کو انتخاب فرمایا پس مجھے الہام کیا اور میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا اور اسکو اپنا وصی بنایا تم نہیں جانتے ہو کہ خدا تعالے نے خاص تمہارے حق میں کیا مہربانی کی ہے کہ علیؑ شوہر سب سے زیادہ علم والا اور سب سے زیادہ حلم والا اور اسلام لانے میں سب سے زیادہ پہلے ہے جناب سیدہ یہ سنکر تبسم فرمانے لگیں اور خوش ہو گئیں۔ جناب سرور کائنات نے چاہا کہ ان کو اور زیادہ خیر سے حصہ دیا جائے جسکا پروردگار نے محمدؐ اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حصہ دیا ہے پس حضرت نے فرمایا فاطمہؑ علیؑ کے آٹھ تیز دانت ہیں یعنی آٹھ مناقب ہیں۔ اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان لانا۔ اور اسکی حکمت اور اسکی زوجہ مطہرہ۔ اور اسکی اولاد یعنی

حسن اور حسین کہ وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں۔ مہدی اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھی باتوں کا
کرنا اور بری باتوں سے بچانا۔ یا فاطمہ ہم اہلبیت کو چھ باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ ہمارے سوا ہم سے پہلے کو کبھی نہیں
دی گئیں اور نہ ہمارے پیچھے آنیوالے بھی نہیں حاصل کر سکینگے۔ ہمارا نبی تمام نبیوں سے بہتر ہے۔ اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا
وصی سب اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تیرا شوہر ہے ہمارا شہید سب شہیدوں سے بہتر ہے یعنی حمزہ جو تیرے باپ کا چچا ہے اور
اس امت کے سبطین دونوں تیرے بیٹے ہیں اور اس امت کا مہدی بھی ہم ہی میں سے ہوگا جسکے پیچھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نماز پڑھینگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حسین علیہ السلام کے کندھے مبارک پر ہاتھ مار کر فرمایا مہدی امت انہی میں سے
پیدا ہوں گے۔

(۳۳) عن الاسود بن یزید قال ذکروا عند ام المؤمنین عائشة ان علیا کان وصیا وفی روایة انهم ذکروا ان
وصیی فلم تکذبهم بل ذکرت انها قد سمعت ذالک من رسول الله صلی الله علیه وسلم حین وفاته رواه الجمع بین الصحیحین
للحمیدی۔ اسود بن یزید سے روایت ہے کہ لوگوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاکر
ذکر کیا کہ علی وصی تھے دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے ذکر کیا کہ وصی ہیں پس ام المؤمنین نے انکی تکذیب نہ کی
بلکہ ذکر کیا کہ میں نے خود اس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات کے وقت سنا تھا۔

(۳۴) عن ابی برزة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی عهد الی فی علی عهدا فقلت یا رب بینه لی فقال اسمع
فقلت سمعت فقال ان علیا رایة الهدی وامام اولیائی ونور من اطاعنی وهو الکلمة التی الزمتها المتقین من احبه احبنی ومن
ابغضه ابغضنی فبشره بذلک فجاء علی فبشرته فقال یا رسول الله انا عبد الله وفی قبضته فان یعذبنی فبذنبی وان یتم
الذی بشرتنی به فالله اولی بی قال قلت اللهم اجل قلبه واجعل ربیعه الایمان فقال الله تعالی قد فعلت به ثم انه
رفع الی انه سیخصه من البلاء بشیء لم یخص به احدا من اصحابی فقلت یا رب اخی وصاحبی فقال ان هذا شیء قد سبق انه مبتلی و
مبتلی به۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ نے مجھ سے
علی کے بارہ میں ایک عہد کیا پس میں نے کہا اے پروردگار اسکو مجھ سے بیان کر فرمایا سن علی ہدایت کا جھنڈا ہے اور میرے دوستوں کا امام ہے اور
اسکا نور ہے جو میری اطاعت کرے اور یہ وہ کلمہ ہے جسکو میں نے پرہیزگاروں کے لئے لازم کر دیا ہے جس نے اسکو دوست رکھا اس نے مجھکو دوست رکھا اور جس نے اس سے دشمنی کی
اس نے مجھ سے دشمنی کی پس تو اسکو اسکی بشارت دیدے پس علی آئے میں نے انکو بشارت دی وہ کہنے لگے کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اسکے اختیار میں ہوں اگر عذاب کرے
تو میرے گناہ کے سبب سے ہوگا اور اگر وہ اس بات کو پورا کرے جسکی آپ نے مجھکو بشارت دی ہے تو وہ تو میرے واسطے زیادہ مہربان ہے جناب رسول خدا
نے فرمایا میں نے دعا کی کہ بار الہا اسکے دل کو روشن کر اور اسکو ایمان کی بہار بنا پس خدا تعالی نے فرمایا بیشک میں نے

ہیں تو ادسی ابسا ہی کر دیا ہی پیری طرف یہ حکم کیا اللہ تعالیٰ علی کو ایسی بلا کی آزمایش کریگا۔ کہ جسے اصحاب میں کسی صحابی کو نہیں کیا میں نے عرض کیا اے پروردگار یہ میرا بھائی اور وصی ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بات ہو چکی ہی اور وہ ضرور اسمین مبتلا ہوگا اور اسکے ساتھ لوگونکی آزمائش ہو جائیگی۔

وجہ استدلال۔ ہمارا استدلال ان احادیث سے اس وجہ سے نہیں ہے کہ اسمین کوئی قول مولوی عبید اللہ صاحب کا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ خود لکھتے ہیں جب حسب ارشاد کتب خانہ ریاست رامپور تھے اوسوقت اس مواد کو کتابون سے جمع کیا پھر کتبخانہ خدا بخش خان وکیل پٹنہ کی سیر کی اور لکھنؤ دہلی کا سفر کرتے رہے۔ غرض جس دروازہ سے جو کچھ ہمیسکا کا نگر املا اوسے اپنے کشکول گدائی میں بھر لیا۔ نہ اسمین منتقلین کے پیچیدہ استدلال ہیں اور نہ فلسفیانہ نازک خیال ہین نہ کسی مذہب پر کوئی اعتراض کیا ہے نہ کسی اعتراض کا جواب دیا ہے ۔

اور نیز اس خیال سے کہ مولف کا حق ادا ہو جس نے جمع و تالیف کتاب مین مشقت اٹھایا جزاہ اللہ خیرا غرض ان احادیث کے دیکھنے کے بعد مسلمانونکو اختیار ہی کہ وہ جناب امیر کو خلیفہ اور وصی رسول تسلیم کریں یا نہ کریں ۔

دفع شبہہ ہان یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ پیر العین ہیکا خلاف کیون ہی یعنی کچھ علما نے اس حدیث عشیرہ کو جسمین حضرت نے جناب امیر کو اپنا خلیفہ اور وصی و اخی و وزیر ہونا بیان کیا ہے لکھا ہے اور بعض لوگون نے نہین لکھا چنانچہ بخاری و مسلم نے ان روایات کو لکھا ہی نہین۔ تو اسکی وجہ یہ ہی کہ مذہب اہلسنت والجماعت یہ ہی کہ جب سے خلیفہ دوم نے رسول اللہ کی نسبت کہا ان الرجل لیھجر یہ آنحضرت ہذیان کہ رہا ہی اوسوقت سے یہ اصول قائم ہوگیا کہ قول رسول کو خلافت کے بارہ مین کسی طرح کی مداخلت ہی نہین کیونکہ یہ فرض رعایا کا ہے کہ وہ اپنا خلیفہ آپ مقرر کرین۔ اسی لئے اصول خلافت یہ ہین (۱) بیعت اہل حل وعقد جس سے خلیفہ اول بنے۔ (۲) استخلاف خلیفہ سابق کا نص کرجانا خاص پر جس سے خلیفہ دوم خلیفہ بنے۔ (۳) شوری منتخب لوگون کا کسیکو خلیفہ بنانا جس سے خلیفہ سوم خلیفہ بنے (۴) قہر و استیلا جس سے معویہ خلیفہ بنے ۔ یہ اصول سابق کہ ہیچ اور حال میں تمدنیہ

ہیں جس کے سلاطین عثمان ترکی خلیفہ ہیں

لہذا جن علماء نے ان حدیثوں کو اپنی کتابوں میں لکھا اونہوں نے یہ سمجھا کہ ان حدیثوں سے
مذہب اہلسنت کی مخالفت نہیں لازم آتی کیونکہ قول خدا و رسول کو اس میں دخل ہی نہیں
لہذا اگر ایک نہیں ہزار ہا حدیثیں بھی ہوں تو مذہب اہلسنت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اسلیے
ان حدیثوں کو اونہوں نے لکھدیا اور تسلیم بھی کیا۔

اور جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ اس سے عوام پر اثر پڑیگا اور وہ خیال کرینگے کہ حکم رسول یوں تھا
اور کیا گیا اوسکے خلاف تو اونہوں نے ان حدیثوں کو لکھا ہی نہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہ
اسی خیال کے تھے چنانچہ بخاری نے اوس واقعہ شب ہجرت کو بھی نہ لکھا کہ حضرت نے
جناب امیر کو اپنی سبز چادر اوڑھا کر سفر ہجرت کیا تھا جو تمام عالم میں مشہور ہے بخلاف اسکے
ہجرت ابوبکر کو کہ اونہوں نے راہ میں ناجایز دودھ لا کر جناب رسالتمآب کو پلایا بالکل
دروغ بے ساختہ لکھا ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ رابعہ و خامسہ۔

غرض ان علماء کا ان احادیث کو لکھنا مضر مذہب اہلسنت ہے کیونکہ خلافت کی بنا اجماع
پر ہے نہ قول خدا و رسول پر۔ اور ان علماء کا لکھنا مضر مذہب اہلسنت نہیں کیونکہ وہ اس کے قایل
تھے خلافت بنص رسول نہیں ہوتی ہاں جن حضرات نے نہیں لکھا اونپر دوسرا جرم
قایم ہوتا ہے کہ عمدًا احادیث رسول کو مخفی رکھا۔

اس واقعہ کے تصدیق کے لیے ہم ابن حجر مکی کے تطہیر الجنان کو پیش کرتے ہیں صفحہ ۹۳
ملاحظہ ہو۔

ان ذکر ھذہ المباحث السابقۃ لا لاحصر لانبا فی ما اطبق علیہ ائمۃ
صدول علیہ ھم ان سلف ما سجر بین الصحابہ رضی اللہ عنہم لما مر فی معاد
مبسوطا مستوفی فی تراجمنا نہ مشھور و ھمن یجاب من قول الحافظ النووی ذکر
لولا ان الامام احمد بن حنبل و ثقیۃ اصحاب الحدیث التی حکی منھا فی کتابہ جمیع
المرضا بذکر ما کان بین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخرجہ
فی کتبہم مع کونہم حفاظ الاسلام ما ذکر تھا

مشاجرات نادرہ کے متعلق جو کچھ بیان یا حال ہیں لکھا گیا اوسکو یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ بخلاف
اوس قاعدہ کا جس پر اتفاق کر لیا ہے - اثنا سوال کہ ان روایات سے کف لسان کرنا چاہیے جو درمیان
صحابہ گذرا کیونکہ ہم اسکو تفصیل وار بیان کر چکے ہیں اور اس سے حافظ نور ہیثمی کے اس قول
کا بھی جواب نکل آیا ہے جو اونھوں نے کہا کہ اگر امام احمد بن حنبل وغیرہ ان واقعات کو نہ
لکھتے جو حفاظ اسلام سے تھے تو ہم بھی ان واقعات کو نہ لکھتے -

جس سے معلوم ہوا کہ اصل واقعات کے اخفا میں کسقدر کوشش کی گئی تھی کہ امام احمد وغیرہ اسکو
نہ لکھتے ہوتے تو یہ حالات بھی نہ معلوم ہوتے اسی سے اس حدیث خلافت و وصایت کو بھی
سمجھئے کہ امام احمد بن حنبل نے توکسیطرح کثرت سے کچھ لکھا بھی مگر بخاری و مسلم وغیرہ نے بالکل
اوڑا دیا گویا تھیں ہی نہ تھے حالانکہ امام احمد بن حنبل انکے اوستاد تھے اور صدہا حدیثیں ان سے
حاصل کیں اور درج صحیح کیا مگر اس حدیث کو نہ لکھا -

رجوع بطرف کلام محاطب - چونکہ کافی تحقیقات اسکی ہو چکی کہ جس روز حضرت نے اپنی نبوت
و رسالت کا اعلان کیا ہے اوسی روز حضرت نے جناب امیر کی خلافت و وصایت و اخوت و
وزارت کا بھی عام مجمع میں اعلان کیا بلکہ اسی معاہدہ کے ساتھ حضرت نے لوگوں سے اسلام پر بیعت
بھی لی چنانچہ سودہ الصراط سید علی ہمدانی میں ہے صفحہ ۲۴ عن ابی ہریرۃ قال قیل یا رسول
اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال قبل ان خلق آدم و نفخ الروح فیہ وقال اذ اخذ ربک
من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم و اشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالت الملائکۃ
بلی فقال انا ربکم و محمد نبیکم و علی امیرکم و عن علیہ بن عامر قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمد نبیہ و
باصبہ و قال لنا احبوا اصحابی ان اللہ یحبہ و استحیوا منہ فان اللہ یستحیی منہ
ولکن اللہ امرہ بمثل ما امرت ترکنا الکفر بہا - ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ لوگوں نے سوال کیا یا حضرت
آپکی نبوت کس وقت سے واجب ہوئی تو فرمایا قبل اسکے کہ آدم کو پیدا کرے اور ان میں نفخ روح کرے جسکی
طرف ورود قرآن میں اشارہ ہے و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم اور انکے
گواہ کیا یا ملائکہ نے آواز کی تو خداوند عالم نے فرمایا میں تمہارا رب ہوں اور محمد نبی ہیں اور علی امیر تمہارے ہیں

جناب امیر سے بیعت اسلام اور وصایت

علقمہ بن عامر جیسی روایت ہی کرتے ہیں حضرت اسطرح پر بیعت کرتے تھے کہ خدا واحد لاشریک ہے
اور محمد اوسکے نبی ہیں اور علی اون کے وصی ہیں اگر ہم اس کو ترک کریں تو کافر ہو جائیں
اور حضرت نے فرمایا اسکو دوست رکھو کہ خدا اور رسول دوست رکھتا ہے اور اوس سے حیا
کرو کہ خدا اوس سے حیا کرتا ہے تو اب ان تصریحات صریحہ کے ساتھ ہم کو اس کی
ضرورت نہیں کہ بقیہ کلام مخاطب کے طرف توجہ کریں کیونکہ یہ اونہیں لوگوں کے ہیں جنہوں
نے اظہار حق کو کبھی پسند نہیں کیا ورنہ یہ مخالف کیوں ہوتے

اگر یہ لوگ کسیطرح بھی حق کے طرفدار ہوتے یا اسلام پر صدق دل سے اعتقاد لائے ہوتے
تو سمجھ جاتے جسطرح توحید کا اقرار بغیر رسالت ناممکن ہے۔ اوسیطرح رسالت کا اقرار بھی
بغیر اقرار وصایت ناممکن ہے کیونکہ رسول ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ لہذا اوسکا وصی
ایسا ہونا چاہئے جو نبی کے تعلیمات کو اتنے عرصہ تک زندہ اور قائم رکھے بندگان خدا پر
حجت خداوند عالم تمام ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جسطرح اسلام کی ابتدا اقرار رسالت و وصایت سے ہوئی اوسیطرح اوس
کی تکمیل اور اتمام اوس وقت ہوا کہ رسول نے اپنے وصی و خلیفہ کو علی رؤس الاشہاد
ظاہر کر دیا جس پر آیہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی شاہد ہے۔ اون فرق
اسقدر ہے کہ اسلام کے ابتدا میں مخاطب کفار تھے جنکے سامنے یہ بنا دین پیش ہوئی اور انتہا
اور تمام نعمت و اکمال دین کے مژدہ سننے والے مسلمان تھے چنانچہ تفسیر ابن مردویہ کتاب
ما نزل من القرآن فی علی حافظ ابو نعیم اصفہانی مناقب ابو الحسن بن محمد بن
خطیب معروف با بن المغازلی الشافعی و کتاب المناقب اخطب خوارزم خصائص نطنزی
ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی۔ توضیح الدلائل شہاب الدین احمد مفتاح النجا علامہ
مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی اور تاریخ ابن واضح کاتب عباسی معروف بہ یعقوبی میں مذکور ہے
کہ جب حضرت نے مقام خم غدیر حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تو خدا نے یہ آیہ نازل
نازل کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ کہ آج کے روز ہم نے تمہارے دین کو کامل کیا اور
اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمہارے دین اسلام پر ہونے کو پسند کیا۔

مولوی عبدالرزاق صاحب ص کے بعد انکار وصایت جناب امیر کے متعلق پہلی لفظ وصیت کی تحقیقات کی ہے کہ وصیت اوس حکم کو کہتے ہیں جسکا بعد موت نافذ کرنیکا حکم دیا جائے یا اوس تملیک کو کہتے ہیں جو منسوب بالبعد الموت ہو اور کبھی بمعنی مطلق حکم بھی آتا ہے۔ اسکے بعد لکھتے ہیں غرض یہ کہ یہاں وصایت بمعنی امر نہیں ہے بلکہ اس جگہ مراد وصایت بالخلافۃ ہی لینا صحیح ہے اور یہی مورد بحث ہے۔ اور اس کے قائل صرف شیعہ ہیں اور بس۔

اسکی ابتدا۔ وصایت کے مسئلہ کی ابتدا ۳۵ھ یا اوس کے لگ بھگ سے شروع ہوئی جو حضرت عثمان کی خلافت کا اخیر وقت تھا۔

کس نے ایجاد کی اول اول اس قول وصایت بالخلافۃ کا موجد اور بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ اس کے پہلے اسے کوئی جانتا بھی نہ تھا نہ اس سے کسی کے کان آشنا تھے

پہلے پہل یہ صدا کہاں سے اوٹھی پہلے پہل یہ صدا مصر میں اوٹھی وہ بھی ایک خاص غرض کے لئے اور جن ہی صحابہ نے سنی فی الفور اسکی تردید کی۔ یہ قول اپنے خیال کی بنا پر عبداللہ بن سبا نے لوگوں کے کانوں میں ڈالا کہ ہر نبی کیلئے ایک **وصی** ہوا کرتا ہے بس جیسے حضرت موسیٰ کے وصی یوشع بن نون تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علیؓ تھے ملل و نحل شہرستانی صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ وکان یقول فی یوشع بن نون وصی موسیٰ مثل ما قال فی علی علیہ السلام

اقول نزاع لفظی مناسب نہیں کیونکہ یہاں وصایت بالخلافت کے سوا دوسرا کوئی معنی نہیں مراد ہو سکتا کیونکہ حضرت نے جناب امیر کے نسبت چار لفظ فرمائے ہیں۔ هذا وصی ووزیری واخی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوه جس سے کل بنی ہاشم نے بھی سمجھا کہ حضرت جناب امیرؑ کو اپنا خلیفہ و وصی قرار دے رہے ہیں جس پر کفار نے بطور مضحکہ ابو طالب سے کہا لو تمکو حکم دیا گیا ہے کہ بیٹے کی اطاعت کرو۔ رہا یہ کہ اسکے قائل

صرف شیعہ ہین تو اسوقت مانا جاسکتا ہے کہ کہا جائے علماء اہلسنت تمام مخالف احکام خدا اور رسول تھے کیونکہ ایک نہین بیشمار حدیثین اسکی مدعی ہو چکین کہ آنحضرت نے جناب امیرؑ کو وصی کیا اور خیر الوصیین اور خاتم الاوصیا کے خطاب سے مخاطب کیا لہذا یہ کہنا کہ اسکے قائل صرف شیعہ ہین ایسا ہی کہنا ہے کہ علماء اہلسنت کسی قول رسول کو نہین مانتے جسکی جرأت کوئی سنی نہین کر سکتا۔

کہنا یہ کہ اسکی ابتدا ۳۵ھ سے ہوئی جو حضرت عثمان کے خلافت کا اخیر وقت تہا عبداللہ بن سبا اسکا موجد ہوا تو یہ اسوقت قابل تخاطب سمجھا جا سکتا ہے کہ جو کتب اسوقت دنیا مین اہلسنت کی موجود ہین سب جلا دی جائین اور جتنے صحابہ تھے وہ سب مقلد عبداللہ بن سبا مانے جائین کیونکہ ایک نہین صدہا صحابہ کی روائتین آپنے دیکھی ہونگی کہ حضرت کے وصایت و خلافت کے متعلق انہون روایت کی تو کیا یہ سب مقلد ابن سبا تھے کاش آپ کتاب ابن مغازلی شافعی دیکھے ہوتے تو معلوم ہوتا جناب امیرؑ کی وصایت قبل از خلقت حضرت آدم قائم ہے حضرت فرماتے ہین فاخرجنی نبیا و علیا وصیا۔ کہ خدا نے حضرت آدم کے خلقت کے چودہ ہزار برس قبل مجھ نبی بنایا اور علی کو وصی پس یہ کس قسم کی ایمانداری ہے کہ آپ حضرت کے وصایت کو اور انکا موجد عبداللہ بن سبا کو قرار دیتے ہین۔

چونکہ عبداللہ بن سبا کی تحقیقات کامل طور پر رد التحفہ مین ہو چکی ہے لہذا اسکے اعادہ کی ضرورت نہین ورنہ ایک پوری جلد اسمین صرف ہوگی۔

ہان ملل و نحل کا حوالہ تو دیدیا مگر یہ نہ بتایا کہ انکو یہ قول عبداللہ بن سبا کس ذریعہ سے ملا کیونکہ سند تو کسی نے دی نہین اور وہ سند لاتے کہان سے جبکہ خود تاریخ طبری مین اسکی کوئی سند نہین کہ عبداللہ بن سبا کا وجود یا اسکا اغوا کس سلسلہ روایت سے ہو چکا۔ غضب خدا کا آپ کہتے ہین ورنہ اس سے کیسے کان آشنا نہ تھے کیا رسول اللہ بھی اس سے ناواقف تھے یا جن صحابہ نے اسکی روایت کی وہ سب مفتری تھے حالانکہ حدیث انت

خارجی اس سے انکار نہیں کر سکتا صحیح بخاری صحیح مسلم سب میں یہ روایت موجود ہے تو کیا
حضرت ہارون بھی وصی حضرت موسیٰ نہ تھے کیونکہ رسول اللہ نے اس حدیث کے ذریعہ سے
اون کل مراتب کو جناب امیرؑ کے ثابت کیا جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے حاصل تھے
باستثناء نبوت اگر آپ کو کتب اہلسنت سے کچھ بھی مس ہوتا تو معلوم ہوتا جناب امیرؑ کی وصایت
بلکہ کل ائمہ کی وصایت و امامت بعہد رسول سے ثابت ہے ینابیع المودۃ میں بحوالہ فرائد السمطین
سے ایک حدیث طولانی میں فاخبرنی عن وصیک من ہو فما من نبی الا ولہ وصی و
ان نبینا موسیٰ ابن عمران اوصی یوشع بن نون فقال ان وصیی علی بن ابی طالب
وبعدہ سبطای الحسن والحسین تتلوہ تسعۃ ائمۃ من صلب الحسین قال یا
محمد فسمہم لی ص ۳۶۹

یعنی نعثل یہودی نے حضرت سے پوچھا کہ کوئی نبی بغیر وصی نہیں گذرا ہے تو بتایئے آپ کا وصی
کون ہے حضرت نے فرمایا علی بن ابیطالب اور بعد اونکے ہمارے دونوں سبط یعنی حسن
و حسین اور اونکے بعد نو امام صلب حسین سے ہیں پر اوس نے کہا سب کا نام بتایئے حضرت
نے سب کا نام بنام اوس سے بتایا اوس سے اسکا بھی پتہ چل سکتا ہے کہ اہلسنت نے
جو مشہور کر رکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا اسکا موجد ہے تو اوسکی اصلیت بھی یہ ہے کہ بڑا عالم
یہود جو حضرت پر ایمان لائے تو اونہوں نے رسول اللہ سے سوال کیا تھا اور حضرت نے اوسکو
بتایا کہ ہمارا وصی کون ہے اسی سے اس واقعہ کو اسطرح خلط کر کے عبداللہ بن سبا کا نام
لگایا حالانکہ خود رسول اللہ نے نام بنام بتایا تھا کہ ہمارے اوصیا کتنے ہیں

لکھتے ہیں حضرت علی نے کبھی اسکا دعوی نہیں کیا۔

الجواب۔ اسکا کیا علاج ہے کہ ابھی تک دیوان جناب امیرؑ میں یہ اشعار موجود ہیں

لقد علم الاناس بان سہمی — من الاسلام یفضل کل سہم
واحمد النبی اخی وصہری — علیہ اللہ صلی وابن عمی
وانی قائد للناس طرا — الی الاسلام من عرب وعجم
وقاتل کل صندید رئیس — وجبار من الکفار ضخم

وفی القرآن الذی ھو دلائی   واوجب طاعتی فرضا بعزم
کما ھارون من موسی اخو   کذلک انا اخوہ وذا اسمی
لذاک اقامنی لھم اماما   واخبرھم بہ بغدیر خم
فمن منکم یعادلنی بسہمی   واسلامی وسابقتی ورحمی

کہتے ہین اسطرح وہ صحابی جنکو شیعہ لوگ مخلص صحابی اور حضرت علی کو طرفدار دین اور محبون سے تسلیم کرتے ہین جن سے حضرت سلمان فارسی حضرت ابوذر غفاری حضرت مقداد حضرت عباس حضرت خالد بن سعید ان لوگون نے بھی وصایت بالخلافۃ کا اظہار نہ فرمایا اسکا جواب بجز اسکے کیا ہوسکتا ہے کہ جہالت کا علاج کسی کے پاس بھی نہین ہے اگر آپ کتابین دیکھے ہوتے تو کبھی یہ نہ کہتے دور نہ جائے صرف روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ ابن مجتہد علی الاطلاق سید محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الکحلانی کو دیکھئے تو معلوم ہوتا حضرت سلمان فارسی کی روایت بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۵ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

الوصایۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانہ علیہ السلام اختص بھا کما اخرج الحافظ ابو القاسم البغوی فی الصحابۃ عن بریدۃ قال قال رسول اللّٰہ صلعم لکل نبی وصی ووارث وان علیا وصیی ووارثی واخرج احمد عن انس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال وصیی ووارثی ینجز موعدی علی بن ابی طالب اخرجہ احمد من حدیث انس قال قلنا لسلمان سل رسول اللّٰہ صلعم من وصیہ قال سلمان یا رسول اللّٰہ من وصیک قال یا سلمان من کان وصی موسیٰ قال یوشع بن نون قال فان وصیی ووارثی ویقضی دینی وینجز موعدی علی بن ابی طالب۔

دیکھئے خود حضرت سلمان فارسی رسول اللہ سے سوال کرتے ہین اور آپ فرماتے ہین میرے وصی اور وارث علی بن ابیطالب ہین۔ تو کیا اب بھی آپ کہئے گا ان لوگون نے اس کی روایت نہین کی ۔

رہا یہ کہ سب نے خوشی خوشی ابوبکر کی بیعت کرلی تو یہ ایسا دعوا ہے جسکے کذب و افترا کی کوئی حد نہین کیونکہ جیسے صحابہ دیانت دار تھے اونہون نے نہ کبھی دل سے بیعت کی ہے

نہیں ورنہ شیعہ و سنی کے اختلافات کیوں پیدا ہوتے خدا نے ایک دین بھیجا تھا رسول ایک دین لائے تھے اگر حکم رسول مانا جاتا تو پھر یہ اختلاف کیوں پیدا ہوتا

اگر تاریخ دیکھئے تو معلوم ہو صحابہ کبار نے کس قدر فہمائش کی ہر اور شیخین کو سمجھایا ہے مگر شوق خلافت ایسا غالب تھا کہ سب حکم رسول ٹھکرا دیا گیا۔ تفصیل کیلئے تو یہاں گنجائش نہیں مگر اجمال کیلئے صرف یہی عبارت آپ کے شرح اصول بزدوی کی کافی ہو جو اہلسنت کے اصول فقہ حنفی کی بڑی مستند کتاب ہے۔ اما امامۃ ابی بکر فلم یثبت بالاجماع قبل موافقۃ علی وسعد وسلمان بالاجماع بل بالبیعۃ من الاکثر صفحہ ۷ جلد ۳ یعنی جب تک حضرت علی اور سعد اور سلمان نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی ان کی امامت اجماع سے نہیں ثابت ہوئی بلکہ بیعت اکثر سے اور حال بیعت جناب امیر آپ کو معلوم ہے کہ حسب روایت صحیح مسلم جناب امیر نے چھ مہینہ تک بیعت نہیں کی اور سعد بن عبادہ نے تو مرتے دم تک بیعت نہ کی سو کیا آپ کہہ سکتے ہیں ان لوگوں نے بلا وجہ بیعت نہیں کی تھی اور اسکو نہ ظاہر کرتے تھے کہ جناب امیر کو رسول اللہ نے اپنا خلیفہ اور وصی کیا ہے پہلے زمانہ میں تو یہ سنا جاتا تھا کہ اگر جناب امیر کو رسول اللہ نے خلیفہ کیا تھا تو آپ نے ان خلفا سے جہاد کیوں نہیں کیا مگر اب یہ کہا جاتا ہے کہ اپنے اظہار حق کیوں نہ فرمایا حالانکہ ہم جناب امیر کے اشعار پہلے نقل کر چکے ہیں جنمیں حضرت نے اپنی حقیت کا اظہار کیا ہے مگر جب کفار نے رسول اللہ کے دعوے رسالت کو تسلیم نہ کیا یہاں تک کہ حضرت نے ان سے جہاد کیا سو یہ کیونکر ممکن تھا کہ منافقین محض اظہار حقیت پر اپنے ارادوں کو بدل جاتے حالانکہ اسی غرض کے لئے اسلام لائے تھے۔

شکر خدا کہ حضرت ابوذر کی حق گوئی کا آپنے اعتراف کیا مگر اس پر نہ غور کیا کہ پھر حضرت عثمان کا کیا حشر ہوگا جنہوں نے اسی اظہار حق پر حضرت ابوذر کی وہ سزا کی جو قیامت تک یاد رہیگی اور آسمان و زمین یاد رکھینگا۔

جناب امیر کے شجاعت اور حق گوئی کو یہاں تو یاد کرتے ہیں مگر اسوقت تو نہیں یاد کرتے جبکہ حضرت نے ابو بکر کو لقب خلیفہ رسول اللہ اور امیر المومنین پر کاذب کا لفظ

استعمال کیا اور آپنے ہر وقت اپنے حق کا اظہار کیا مگر جن لوگوں نے وقت رحلت رسول سے مخالفت پر کمر ہمت باندہی تھی وہ کب اسکی پروا کرنیوالے تھے حضرت نے اپنے حق کو تینوں خلافتوں میں بڑی زور سے ثابت کیا مگر کسینے نہ مانا یہانتک کہ حضرت خلیفہ بھی ہوئے اور آپ حدیث غدیر کو یاد دلاتے ہیں مگر انس بن مالک صحابی انکار کرتے ہیں یہانتک کہ حضرت جہوٹے پر بد دعا دیتے ہیں اور وہ مبتلائے عذاب ہوتا ہے مگر اپنے اصرار و انکار سے باز نہیں آتا جو تمامی کتب تواریخ و احادیث میں مذکور ہے تفصیل کا موقع نہیں۔

انکار وصایت۔ اصل مطلب ونکا یہی ہے کہ جناب امیر کو حضرت نے اپنا وصی نہیں کیا۔ اس کے متعلق حدیث صحیح بخاری پیش کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے۔ من ابراهیم عن الاسود قال ذکروا عند عائشة ان علیا کان وصیا فقالت متی اوصی الیه وقد کنت مسندته الی صدری او قالت حجری فلقد انخنث فی حجری فما شعرت انه قد مات فمتی اوصی الیه۔ یعنی ابراہیم نے اسود سے نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا کہ حضرت علی وصی رسول تھے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپنے کب وصیت کی حالانکہ آپ کو اپنے سینیا گود میں لئے ہوئے تھی کہ آپ جہک گئے پھر آپنے وصیت کب فرمائی۔

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں دوسرے صحابی سے اس وصایت بالخلافۃ کی تردید اس طرح منقول ہے

عن طلحة بن مصرف قال سألت عبد الله بن ابی اوفی هل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اوصی قال لا فقلت کیف کتب علی الناس الوصیة او امروا بالوصیة قال اوصی بکتاب الله۔

طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی صحابی سے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصی بنایا تھا تو انہوں نے کہا کہ نہیں تو پھر میں نے پوچھا کہ لوگ کیوں وصیت کا حکم دیئے گئے تو جواب دیا کہ آپنے

کتاب اللہ کے ساتھ وصیت کی تھی نہ خلافت

اگونی اعتراض کتاب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ بخاری نے اس وصایت کو کے جگہ لکھا ہے
اور کس کس عنوان سے اور غرض اوس کی بجز اظہار عداوت جناب امیر کے نہیں جس سے وہ
اسد رجب فضیحت ہوتے ہیں کہ کوئی غرض نہیں کیونکہ پہلے تو کتاب الوصایا میں اس حدیث
کو لکھا ہے اس طرح حدثنا عمرو بن زرارہ (بن واقد الکلابی) اخبرنا اسمٰعیل
بن علیہ عن (عبد اللہ) بن عون عن ابراھیم النخعی عن الاسود بن یزید قال
ذکروا عند عائشۃ ان علیا کان وصیا فقالت متی اوصی الیہ وقد کنت مسندتہ
الی صدری او قالت حجری فدعا بالطست فلقد انخنث فی حجری فما شعرت
انہ قد مات فمتی اوصی الیہ۔

دوسری فضائل قرآن مگر مختصر کرکے تیسرے کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ
پہلی حدیث جو کتاب الوصایا میں ہے اوس میں بخاری نے باب قول النبی وصیۃ الرجل
مکتوبۃ عندہ کو پہلے لکھا کہ حضرت نے فرمایا ہر مرد کی وصیت کو لکھا رہنا چاہئے جس پر
خود قسطلانی میں پہلا اعتراض یہ ہے کہ مرد وعورت میں تو کوئی فرق نہیں۔ دوسرا اعتراض
یہ کہ قال الحافظ ابن حجر انہ لم اقف علی ھذا الحدیث باللفظ المذکور فکانہ رواہ بالمعنی
وان المرأ ھو الرجل ص قسطلانی جلد ۵

ابن حجر کہتے ہیں ہم کو یہ حدیث ان الفاظ سے آج تک نہیں ملی تو شاید بخاری نے روایت بالمعنی
کیا ہو پھر ایسی کتاب کس مصرف کی ہو اور کیونکر قابل اعتماد ہو۔ دوسرے بخاری نے آیۃ کتب علیکم
اذا حضر احدکم الموت کو لکھا ہے اور باب فضائل قرآن میں یہ اضافہ کیا ہے ولم یوص
یعنی حضرت نے کچھ وصیت نہیں کیا جس پر حاشیہ سندی میں ہے ص ۲۳ جلد ۲

(قولہ ھل کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اوصی فقالت لا) کانہ فہم السوال عما
اشتہر بین الجہال من الوصیۃ الی علی رضی اللہ تعالی عنہ او فہم السوال من الوصیۃ
فی الاموال فقال الجواب لا ثم لما صرح السائل بانہ کیف یترک الوصیۃ وقد امر المسلمون
بہا ذکر لہ انہ اوصی بکتاب اللہ ای بحفظہ کاتبہ قال المحقق ابن حجر فی قولہ

ولا اعتراض ای کیف یؤمر المسلمون بشئ ولا یفعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی بخاری مین یہ فقرہ ہے کہ سائل نے پوچھا کیا حضرت نے وصیت کیا تہا جس سے مطلب اسکا یہ تہا کہ ابن ابی اوفی نے سوال کو یہ سمجہا کہ سوال انکے متعلق ہے کہ لوگون مین مشہور ہے کہ حضرت نے جناب امیر کو وصی کیا تہا اور یہ سمجہا کہ حضرت نے کچہ وصیت مال کے متعلق کیا تہا لہذا یہ جواب دیا کہ نہین۔ جب سائل نے اوسکی تصریح کی کہ باوصفیکہ خدا نے وصیت کا حکم دیا تہا۔ پہر کیون نہین وصیت کیا تو اسکا یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ کے بارہ مین وصیت کیا تہا۔ ابن حجر کہتے ہین فضائل قران مین یہ بہی بڑہا دیا ہے کہ حضرت نے وصیت نہین کیا۔

تو اب وہ اعتراض پورا ہو گیا کہ مسلمانون کو کیونکر وہ حکم دیا گیا جسکو خود حضرت نے نہین کیا تہا صفحہ ۲۷ جلد ۳

دیکہئے یہ اونے نتیجہ ہے انکار وصایت جناب امیر کا کہ جناب رسالتماب پر یہ اعتراض ہو گیا کہ حضرت نے اوس حکم کی تعمیل نہ کی جو منجانب اللہ فرض تہا اور معاذ اللہ مصداق لم تقولون ما لا تفعلون ہوئے۔

حضرت نے جو کفر خوارج کو بیان کیا ہے اوسکا مطلب یہی ہے کہ جو شخص دشمن جناب امیر ہوگا اوس سے کسیطرح اسلام کی امید نہین وہ جو کام کریگا ایسا ہی کریگا کہ کفر لازم آئیگا چنانچہ آپنے دیکہہ لیا کہ بخاری کی روایت کے بدولت یہ الزام آیا کہ حضرت نے حکم خدا کی تعمیل نہ کی اور وصیت نہ کیا جسکو کوئی مسلمان بلکہ عاقل بہی نہین مان سکتا۔

اسکے بعد بخاری نے یہ حدیث لکہی ہے ما حق امرء مسلم له شئ یوصی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده یعنی حق مسلمان یہ ہے جسکے پاس کوئی چیز قابل وصیت ہو اور وہ دو رات بہی بسر کرے مگر یہ کہ وصیت اوسکی لکہی ہوئی چاہئے۔

اس حدیث پر جتنے اعتراضات ہین اونکی گنجائش تو یہان نہین قسطلانی فتح الباری مین قابل دید ہے مگر یہ تو مسلم ہے کہ اس حدیث کی رو سے معاذ اللہ حضرت پر کفر لازم آتا ہی کہ آپنے اتنی طولانی زندگی مین بہی وصیت نہ کی تو کیا کوئی عاقل یا مسلم اسکو مان سکتا ہے

کہ حضرت نے وصیت نہیں کی طرح تو یہ ہے کہ خود اوسی بخاری میں ہے کہ حضرت کے پاس نہ درہم تھا نہ دینار نہ غلام نہ لونڈی نہ کوئی چیز مگر خچر سفید اور ہتھیار تھا اور وہ زمین جسکو آپ نے صدقہ قرار دیا تھا۔

تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت نے بغرض اوس صلاح کے بارے میں بھی کوئی وصیت نہ کی تو اوس حکم کی مخالفت نہیں لازم آئی جو حضرت نے فرمایا ہے۔

لطف تو یہ ہے کہ حضرت نے صدہا احادیث میں فرمایا ہے ہماری بعثت قیامت کے ساتھ ایسی منضم ہے کہ جسطرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ تو کیا خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت نے وصیت اپنے بعد کے لئے نہ کی ہو۔

غرض یہ سب تمہید اسکی ہے کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو وصی نہیں کیا کہ خلافت ابوبکر راست ہو اسی لئے یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ خلافت میں نص نبی کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ صدہا وصیتیں رسول اللہ کی خود کتب اہلسنت میں مذکور ہیں جیسا کہ آیندہ آئیگا اور اسی لئے حضرت نے وصیت نامہ لکھوانا چاہا جسکی مخالفت عمر نے کی اور قصہ اوسکا سب کو معلوم ہے

یہ تو پہلی حدیث کی اجمالی حالت تھی جو عبداللہ بن ابی اوفی سے منقول ہے اب دوسری حدیث دیکھیے جو خود عائشہ سے منقول ہے اور مولف الوفاص نے اوسکو پہلے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ سے لوگوں نے کہا کیا جناب امیرؑ وصی رسولؐ تھے تو اونہوں نے کہا کب وصیت کیا حضرت کو تو ہم گود میں لئے تھے کہ آپ نے طشت طلب کیا اور جھکے کہ دم نکل گیا اور ہمکو معلوم بھی نہ ہوا کہ حضرت نے وفات کی۔

مگر پہلے فتح الباری کی تحقیقات سنئے وہ لکھتے ہیں واما الوصیۃ بغیر الخلافۃ فقد وردت فی عدۃ احادیث منہا یعنی وصیت بالخلافہ کو اگر نکال دیں تو بہت سے حدیثیں ہیں جن سے اسکا ثبوت ہوتا ہے کہ حضرت نے وصیت کیا (۱) حضرت نے اپنے مرض میں عائشہ سے فرمایا اون اشرفیوں کو کیا کیا کہا میرے پاس سے کہا کہ اوسکو خرچ کر ڈالو اور سہل بن سعد سے روایت ہے کہ اوسکو بھیجدو علی ابن ابی طالب کے پاس کہ وہ تصدق کر دیں (۲) عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت نے تین امر کی وصیت کی تھی و لیدیین - رہاویین - اشعریین کو سو وسق جو کا دیا جائے

(ان الفاظ کو خود شارح نے باطل جھوٹ بتایا) جزیرۂ عرب میں دو دین نہ رہیں اور جیش اسامہ روانہ کیا جائے (۳) ابن عباس سے روایت ہے کہ جس طرح وفود کو ہم جائزہ دیتے تھے اوسی طرح جائزہ دیا کریں (۴) حدیث ابن ابی اوفی میں ہے کہ کتاب خدا کی بارہ میں وصیت کیا (۵) ابن اسحق کی روایت ہے کہ حضرت کی تمام تر وصیت دربارہ نماز اور لونڈی غلام تھی (۶) حضرت کی وصیت یہ تھی کہ نماز پڑھا کرو اور بندہ کو ادا کیا کرو (۷) عائشہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فتنہ سے خوف دلایا اور لزوم جماعۃ طاعت کا حکم دیا (۸) حضرت نے جناب سیدہ سے وصیت کی کہ ہماری مرنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا (۹) حضرت سے لوگوں نے فرمائش کی کہ یا حضرت کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے کہا سابقین اولین مہاجرین اور اونکی اولاد کے بارہ میں ہم وصیت کرتے ہیں۔ (۱۰) سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت نے جناب امیر سے وصیت کیا ہم کو سات مشک پانی سے غسل دینا اوس پانی سے جو بیر غرس میں ہے بمقام قبا (۱۱) مسند بزار و مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت نے وصیت کی تھی کہ ہمپر نماز بجماعت نہ پڑھنا (۱۲) کثیر بن بحر کی روایت ہے کہ جس روز حضرت نے وفات پائی اوس روز جناب امیر حضرت کے پاس تھے اور آپ نے ہزار باب اون علوم کی تعلیم کئے جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ اس حدیث کو بہت برے لفظوں سے یاد کیا ہے مگر آخر میں یہ بھی کہا کہ ابن عدی کے پاس یہ حدیث بہ سند متصل موجود ہے۔ اب جو لوگ صحیح بخاری یا حدیث ابن ابی اوفی یا حدیث عائشہ پر ایمان لاتے ہیں وہ غور کریں کہ اون حدیثوں کو کیا حال ہے جسمیں مطلق نفی کی گئی ہے اس سے کہ حضرت نے کسی قسم کی وصیت کی ہو حالانکہ صحاح ستہ میں اتنی وصیتیں رسول اللہ کی موجود ہیں جو حضرت نے بوقت وفات فرمائی تھی۔ تو کیا صحیح بخاری کی یا ابن ابی اوفی یا عائشہ کی حدیث صحیح ہو سکتی ہے غرض ابن ابی اوفی والی روایت تو اچھی طرح باطل ہوئی جس میں اونہوں نے دعوی کیا تھا کہ حضرت نے کسی قسم کی وصیت نہیں کی تھی کیونکہ خود صحاح ستہ سے بہت سے وصیتوں کا پتہ لگا۔

اب عائشہ والی حدیث کو دیکھیے جس میں [illegible]

لگائے تھے کہ طشت پر آپ جھکے اور دم نکل گیا اور انکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ آپکا
انتقال ہوگیا جو کیسی وضعی حدیث ہے کہ شان رسالت کا بھی نہ خیال کیا گیا کہ جو شخص
اشرف المرسلین ہو وہ اسطرح مرجائے نہ اس کا خیال کیا گیا کہ حضرت کے صاحب
عزت و وقار تھے اگر کوئی جان نثار نہ رکھتے تھے جو اسوقت موجود ہوتا۔ تو کیا کوئی
عزیز بھی آپکا نہ تھا جو لیکے بی بی الٹرہ عورت کے حوالہ کردے جسکو یہ بھی نہ معلوم
ہو آدمی کیونکر مرتا ہے۔

غرض پہلا دعویٰ انکا یہ کہ ہم حضرت کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے تھے اسقدر غلط
ہے کہ خود صحیح بخاری میں ہے فلما اشتکی وحضرہ القبض ورأسہ علی فخذ عائشۃ غشی
علیہ فلما افاق شخص بصرہ نحو سقف البیت صـ۱۰۱ جلد ۸ فتح الباری

یعنی جب حضرت کی بیماری نے شدت پکڑی اور وقت قبض روح آیا اوسوقت حضرت کا
سر عائشہ کے ران پر تھا کہ حضرت نے چھت کی طرف دیکھا اور بالرفیق الاعلیٰ فرمایا۔
اب فرمائیے کہاں وہ روایت کہ سینہ سے لگائے تھی اور طشت کی طرف جھکے اور دم
نکل گیا کہ ہم کو معلوم بھی نہ ہوا اور کہاں یہ روایت کہ سر زانو پر تھا اور آپ نے چھت
کی طرف دیکھا اور انتقال کیا۔

(۲) دوسری روایت صحیح بخاری کی یہ ہے کہ عبدالرحمان بن ابی بکر تازی مسواک لائے
تھے ہم نے لیکر حضرت کو دیا اور آپنے خوب اچھی طرح مسواک کیا جب فارغ ہوئے تو تین
مرتبہ ہاتھ یا انگلی اوٹھایا اور تین مرتبہ بالرفیق الاعلیٰ فرمایا اور انتقال کیا اور حضرت
کا سر اوسوقت ہماری ٹھنڈی اور حلق کے درمیان میں تھا۔

کہاں ران۔ کہاں سینہ۔ کہاں ٹھنڈی۔ کہاں طشت میں جھکنا اور دم نکل جانا
کہاں آسمان کی طرف دیکھنا اور انتقال کرنا۔ کہاں خوب زور سے مسواک کرنا اور بفراغت
لیٹ کر آسمان کی طرف تین مرتبہ ہاتھ اوٹھانا اور تین مرتبہ بالرفیق الاعلیٰ کہنا اور وفات
پانا (۳) تیسری روایت ہے کہ حضرت اپنی پشت عائشہ کی طرف لگائے ہوئے تھے کہ انتقال
[illegible] کیونکہ [illegible] صحیح بخاری کی روایت ہے۔

اب ابن حجر عسقلانی کی تحقیق سنئے وهذا یعارض ما اخرجه الحاکم وابن سعد من
طرق ان النبی مات ورأسه فی حجر علی۔

یعنی یہ سب روایتیں معارض ہیں اون روایتوں کے جنکو امام حاکم اور ابن سعد نے چند طریقوں
سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے جناب امیر کے گود میں انتقال کیا۔

(۱) حدیث جابر سے کہ کعب الاحبار نے جناب امیر سے سوال کیا حضرت نے سب سے آخر میں کیا
کہا تو فرمایا اسندته الی صدری فوضع رأسه علی منکبی فقال الصلوٰة الصلوٰة
ہمنے اپنے سینہ سے لگایا تو حضرت نے اپنے سر مبارک کو ہمارے شانہ پر رکھا اور فرمایا
الصلوٰة الصلوٰة۔

(۲) حضرت نے اپنے وفات کے وقت ہمکو بلا بھیجا اور کہا نزدیک آؤ آپ برابر ہمارے
سینہ سے لگے رہے اور بات کرتے جاتے تھے کہ ہمارے گود میں دم نکل گیا اور ہم نے
عباس کو آواز دی جلد آؤ کہ ہم ہلاک ہوتے ہیں غرض ہم دونوں آدمیوں نے ملکر آپکو لٹا

(۳) علی بن الحسین سے روایت ہے کہ حضرت کا انتقال گود میں جناب امیر کے ہوا۔

(۴) ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نے جناب امیر کے سینہ پر انتقال کیا تو راوی نے
کہا عائشہ یوں بیان کرتی ہیں تو کہا اصل یہی ہے کہ صدر جناب امیر پر انتقال کیا اور
آپ ہی نے غسل دیا اور ہمارے بھائی فضل نے ہمارے باپ نے اس میں شرکت سے انکار کیا

(۵) جعدہ عدنی راوی ہیں کہ جناب امیر فرماتے ہیں ہم سینہ سے لگائے تھے کہ انتقال کیا۔

(۶) ام سلمہ کی روایت ہے کہ جناب امیر ع کے سینہ پر انتقال کیا۔

آخر میں ابن حجر نے یہ بات بنایا کہ جناب امیر آخر وقت تک وہاں تھے یہاں تک کہ سمجھ لیا کہ آپنے
انتقال کیا اسکے بعد کچھ افاقہ ہوا تب عائشہ نے اپنے سینہ سے لگا لیا اور حضرت نے انتقال
کیا جسکے ثبوت میں وہ روایت احمد پیش کرتے ہیں فبینما رأسه ذات یوم علی منکبی اذ
مال رأسه نحو رأسی فظننت انه یرید من رأسی حاجة فخرجت من فیه نقطة
باردة فوقعت علی ثغرة نحری فاقشعر لها جلدی وظننت انه غشی علیه فسجیته ثوبا
[illegible] فتح الباری جلد ۸۔

یعنی حضرت کا سر ہمارے شانہ پر بھاری ہو گیا گردن جھکی اور ہم سمجھے کہ آپ ہمارے سر سے کوئی مطلب رکھتے ہیں کہ آپکے منہ سے ایک نقطہ سرد نکلا جو ہمارے حلق پر پڑا جس سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور سمجھے کہ آپ نے انتقال کیا تب لٹاکر چادر اوڑھا دی۔

ان روایتوں کو بغور پڑھنے تو معلوم ہو عائشہ کا مطلب ان روایتوں کیا ہے کہ حضرت کی تو یہ حالت ہے اور آپ یہ سمجھتی ہیں کہ حضرت ہمارا بوسہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ آپکا انتقال ہو چکا ہے کیا ایسی ہی روایتوں پر کوئی اعتماد کر سکتا ہے اور خاتم الانبیا کی یہی شان ہو سکتی ہے اگر آپکو شان رسالت دیکھنا ہو تو خود مدارج النبوۃ دیکھیئے کہ کیا اہتمام کیا گیا ہے کس طرح فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کس طرح ملک الموت نے اجازت طلب کی ہے۔

اب ہم اس فیصلہ کو ناظرین کے حوالہ کرتے ہیں کہ وہ غور کریں عائشہ والی روایت کیسی لغو ہے کہ اتنے اختلافات اوس میں ہیں جنکی کوئی حد نہیں اور بخاری نے محض اس غرض سے ان وضعی روایات کو لکھا ہے کہ وصایت جناب امیرؑ کو کسی طرح باطل کریں۔ مگر یہ اونکے اختیار سے باہر تھا کیونکہ بخاری کے استاد امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں اس روایت کو لکھا ہے اور امام نسائی نے خصائص میں جنکا درجہ بخاری سے بڑھا ہوا تھا لکھا ہے۔

رہا یہ امر کہ عائشہ نے وصایت جناب امیرؑ سے انکار کیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ تو اسکا بطلان اس سے ظاہر ہے کہ علامہ ابن حجر مکی تطہیر الجنان میں لکھتے ہیں جو اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ معویہ سے وہ سب الزام دفع ہوں جو علمائے اہلسنت ادسپر قائم کرتے ہیں جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیسے سخت متعصب ہونگے پھر کسی سنی کی مجال ہے کہ وہ وصایت جناب امیرؑ سے انکار کرے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

ان عمار بن یاسر قبل یوم الجمل غدا دی عائشہ فلما عرفتہ قالت لھم قولوا لہ ما تریدین فقال انشدک باللہ الذی انزل الکتاب علی رسولہ فی بیتک العلمین ان رسول اللہ صلعم جعل علیا وصیا علی اھلہ وفی اھلہ قالت اللھم نعم قال فما بالک قالت اطلب بدم عثمان امیر المومنین۔ ثم ...

فقالت سلوه ما یدریک فقل کرا ہما ما ذکر ہو انوما قالت اطلب بدم عثمان

مل لیا یعنی قتلہ عثمان ثم انصرف ۔۔۔ بر حاشیہ صواعق محرقہ۔

یعنی جنگ جمل میں حضرت عمار بن یاسر میدان میں آئے تو عائشہ کو آواز دی ۔

عائشہ نے آواز پہچان کر کہا کہو کیا چاہتے ہو حضرت عمار نے قسم دیکر کہ جس خدا نے

اپنے رسول پر قرآن تمہارے گھر میں نازل کیا اوسکی قسم دیتے ہیں بتاو کہ تم جانتی ہو رسول

اللہ نے علی کو وصی کیا ہے اپنے اہل پر اور اپنے اہل میں تو عائشہ نے کہا خدایا

سچ ہے تب عمار نے پوچھا پھر کیوں لڑنے آئی ہو تو عائشہ نے کہا خون عثمان کا مطالبہ

ہے اوسکے بعد جناب امیر تشریف لائے اور وہی سوال کیا جو عمار نے سوال کیا تھا تو

پھر عائشہ نے وہی کہا کہ ہمکو خون عثمان کا مطالبہ ہے تو حضرت علی نے کہا ہمکو قاتلان عثمان

کو دکھاو ۔

مولوی عبدالرزاق صاحب نے استعجاب کیا تھا کہ خود جناب امیر اور مخصوصین صحابہ نے

اس امر وصایت کو کیون نہیں لیا جسکا جواب ہو چکا اب تمہارے روبرو پیش ہے کہ خود جناب

امیر نے اسکو پیش کیا ۔ حضرت عمار نے قسم دیکر پوچھا جبکہ عائشہ نے کہا بیشک آپ وصی

رسول ہیں مگر بخاری نے عمداً اوس روایت کو لکھا جس میں وصایت سے انکار ہے

اور اوس حدیث کو نہ لکھا جس میں عائشہ نے قسم کھا کر کہا کہ بیشک آپکو رسول اللہ نے

وصی کیا ہے ۔

یہ سب روایتیں کتب معتبرہ اہلسنت کی ہیں جن سے مثل آفتاب تابان ثابت ہے کہ رسول

اللہ نے جناب امیر کو اپنا وصی اور خلیفہ بنایا ۔ خلفائے ثلثہ نے تو اپنے ذاتی اغراض کی

اس حکم کو پامال کیا ۔ اور علمائے اہلسنت نے بغض محبت اون خلفا کے انکو یا تو لکھا ہی نہیں

اور اگر لکھا تو نام لکھنے والوں نے کسی راوی کو مجروح کر دیا کسی کو شیعہ کہدیا ۔ مگر اس سے حق کب

مٹ سکتا ہے اور شیعہ راوی کا میدان تو ایسا وسیع ہے کہ نہ خود بخاری اوس سے

بچے نہ اور کوئی

اب ہم اس بحث کو وصیت کے عبارت پر تمام کرتے ہیں جس میں ... ہوں نے وصایت کی

نہایت خوبی سے کہا ہے اور وہ علمات الحدیث سے ہیں جو آج کل تمام علما میں شہرت پذیر ہو رہے ہیں لاحظ ہو منہ

الوصایة عن رسول الله صلعم وانه علیه السلام اختص بها کما اخرج الحافظ ابو القسم البغوی فی معجم الصحابة عن بریدة قال قال رسول الله صلعم لکل نبی وصی و وارث وان علیا وصی و وارثی واخرج احمد عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم قال وصیی و وارثی ومنجز موعدی علی بن ابی طالب واخرج احمد من حدیث انس قال قلنا لسلمان سل رسول الله صلعم من وصیه قال سلمان یا رسول الله من وصیک قال یا سلمان من کان وصی موسی قال یوشع بن نون قال فان وصی و وارثی ویقضی دینی و ینجز موعدی علی ابن ابی طالب واخرج بن جریر عن علی علیه السلام قال رسول الله صلعم یا بنی عبد المطلب انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرة وقد امرنی الله عز وجل ان ادعوکم الیه فایکم یوازرنی علی هذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنها جمیعا وقلت انا یا نبی الله اکون وزیرک علیه فاخذ برقبتی ثم قال هذا اخی ووصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا قال المحب الطبری بعد ان ذکر الحدیث الاول والوصیة محمولة علی ما رواه انس من قوله وصیی و وارثی یقضی دینی و ینجز موعدی علی بن ابی طالب او علی ما اخرجه بن السراج من قوله صلعم یا علی اوصیک بالعرب خیرا او علی ما رواه حسین بن علی عن ابیه عن جده صلوات الله علیهم قال اوصی رسول الله صلعم علیا ان یغسله فقال یا رسول الله اخشی ان لا اطیق قال انک ستعان علیه الحدیث انتہی قلت وکان الحامل للمحب علی هذا الحمل حدیث عائشة متی اوصی رسول الله صلعم فقد مات بین سحری و نحری واقول حدیث عائشة لا ینافی الوصایة غایة فی علمها دلها تلتفی

فقط الوصية وقد علم غيرها او لعل الوصية حال الموت ولا يلزم من

نفيها ذلك الوقت الخاص عدمها وهذه الاحاديث التي سبقت

اخبر فيها الرسول صلعم انه وصيه ولا يخبر الا بما يكون فنومن

بانه عليه السلام وصيه ولا يلزمنا تفاصيل الموصى به فقد ثبت

انه امره بقتال الناكثين والقاسطين والمارقين وعين علامتهم

له واودعه من العلوم جملا جمة كما ياتي وقد مضى فيحتمل ان هذا

من افراد الوصاية ويحتمل انها غيره وبالجملة لا موجب لحمل لها على

شئ بعينه ان **قلت** كانت الوصاية اخباره بما لم يخبر به غيره من

الملاحم ونحوها فقد شاركه في ذلك حذيفة رض فانه خصه رسول

الله صلعم بمعرفة المنافقين واختصه بعلم الفتن وان حملت على

الوصاية بالعرب كما قاله المحب فقد اوصى صلعم المهاجرين بالانصار

واوصى اصحابه باصحابه فلا اختصاص **قلت** لم نحمل الوصية على

معين من الامور بل نصدق الرسول صلعم بانه وصيه ولا يلزم تفاصيل

ما اوصى به انما قلنا يحتمل ان يكون تلك من افراد ما اوصى صلعم به الخ

قلت قد قال صلعم لعمر لما ودعه في سفره للعمرة الى مكة لا تنسانا اخي

من دعائك وقال لزيد بن حارثة مولاه انت اخونا وتكرر هذا

في اطلاقه على غير علي فاين الفضيلة۔

یعنی رسول اللہ کا وصی ہونا ایسی صفت خاص ہے جو جناب امیرؑ سے مخصوص ہے اور کوئی انکا

شریک نہیں کیونکہ حافظ ابوالقاسم بغوی نے معجم صحابہ میں بریدہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت نے فرمایا ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے اور علی ہمارے وصی و وارث ہیں

اور امام احمد نے انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے ہمارے وصی۔ وارث اور

وعدہ کے پورا کرنے والے علی ابن ابیطالب ہیں اور نیز امام احمد نے انس سے روایت

سلمان سے کہا موسی کا وصی کون تھا کہا یوشع بن نون تو حضرتؐ نے فرمایا ہمارے وصی
اور وارث جو ہمارے دین کو ادا کریگا اور وعدہ کو پورا کریگا وہ حضرت علی بن ابیطالب ہیں
اور ابن جریر نے خود جناب امیرؑ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے تمامی خاندان
عبد المطلب کو جمع کیا اور فرمایا کہ ہم خیر دنیا و آخرت لائے ہیں اور خدا نے حکم دیا ہے
کہ تمہاری دعوت کریں اوسکی طرف تو کون تم سے ہماری وزارت قبول کرتا ہے
اس شرط پر کہ وہ ہمارا بھائی اور وصی اور خلیفہ تم میں تو سب نے منہ پھیر لیا۔ مگر حضرت علیؑ نے
کہا ہم قبول کرتے آپکی وزارت کو تو حضرت نے ہماری گردن پکڑی اور فرمایا یہ ہمارا
وصی و خلیفہ ہے۔ تم عمدا اسکا حکم مانو اور اسکی اطاعت کرو۔
شیخ محب طبری نے پہلی روایت لکھکر کہا کہ یہاں مراد وصیت سے وہی ہے جس کو
انس نے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا علی ہمارا وصی۔ وارث ہے جو دین
کو ادا کریگا۔ یا یہ مطلب ہے جسکو ابن السراج نے روایت کیا ہے کہ یا علی ہم تم کو وصیت
کرتے ہیں عرب کے ساتھ خیر کا۔ یا یہ مطلب ہے جسکو حسین بن علی نے روایت کیا ہے کہ
حضرت نے جناب امیرؑ سے وصیت کی تھی کہ ہم کو غسل دینا تو حضرت نے عرض کیا ہم
ڈرتے ہیں اس سے کہ اسکی طاقت ہم کو نہ ہو تو حضرت نے فرمایا کہ تمہاری اعانت
کی جائیگی۔
مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ محب طبری کی یہ توجیہ اس وجہ سے ہے کہ عائشہ نے کہا
حضرت نے کیا وصیت کیا۔ حالانکہ حضرت کی وفات تو ہمارے گلے اور سینہ کے
درمیان میں ہوئی۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث عائشہ اسکے منافی نہیں ہے کہ حضرت نے
وصیت کیا ہو کیونکہ اگر اس حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے تو اسیقدر کہ عائشہ کو
اسکا علم نہیں ہوا۔ اس سے نفی وصیت کیونکر ثابت ہو سکتا ہے جبکہ اور لوگوں کو
معلوم ہو۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ عائشہ کو اس سے انکار ہو کہ حضرت نے وقت موت
نہیں وصیت کی۔ اس وقت خاص میں وصیت نہ کرنے سے عام طور کی نفی وصیت

کا اعتراض ہے ای کیف یؤمر المسلمون بشیٔ ولا یفعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی بخاری میں یہ فقرہ ہے کہ سائل نے پوچھا کیا حضرت نے وصیت کیا تہا جس سے مطلب اسکا یہ تہا کہ ابن ابی اوفی نے سوال کو یہ سمجہا کہ سوال اوسکے متعلق ہے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت نے جناب امیر کو وصی کیا لہذا یہ سمجہا کہ حضرت نے کچھ وصیت مال کے متعلق کیا تہا لہذا یہ جواب دیا کہ نہیں۔ جب سائل نے اوسکی تصریح کی کہ باوجودیکہ خدا نے وصیت کا حکم دیا تہا۔ پہر کیوں نہیں وصیت کیا تو اسکا یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ کے بارہ میں وصیت کیا تہا۔ ابن حجر کہتے ہیں فضائل قرآن میں یہ بہی بڑہا دیا ہے کہ حضرت نے وصیت نہیں کیا۔

تو اب وہ اعتراض پورا ہو گیا کہ مسلمانوں کو کیونکر وہ حکم دیا گیا جسکو خود حضرت نے نہیں کیا تہا (صفحہ ۷، جلد ۶)

دیکہئے یہ ادنے نتیجہ ہے انکار وصایت جناب امیر کا کہ جناب رسالتمآب پر یہ اعتراض ہو گیا کہ حضرت نے اوس حکم کی تعمیل نہ کی جو منجانب اللہ فرض تہا اور معاذ اللہ مصداق لم تقولون ما لا تفعلون ہوئے۔

حضرت نے جو کفر خوارج کو بیان کیا ہے اوسکا مطلب یہی ہے کہ جو شخص دشمن جناب امیر ہوگا اوس سے کسیطرح اسلام کی امید نہیں وہ جو کام کریگا ایسا ہی کریگا کہ کفر لازم آئے چنانچہ آپنے دیکھہ لیا کہ بخاری کی روایت کے بدولت یہ الزام آیا کہ حضرت نے حکم خدا کی تعمیل نہ کی اور وصیت نہ کیا جسکو کوئی مسلمان بلکہ عاقل نہیں مان سکتا۔

اسکے بعد بخاری نے یہ حدیث لکھی ہے ما حق امرء مسلم لہ شیٔ یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیتہ مکتوبۃ عندہ یعنی حق مسلمان یہ ہے جسکے پاس کوئی چیز قابل وصیت ہو اوسکو دو رات بہی بسر کرے۔ مگر یہ کہ وصیت اوسکی لکہی ہوئی چاہئے۔

اس حدیث پر جتنے اعتراضات ہیں اونکی گنجائش تو یہاں نہیں قسطلانی فتح الباری میں قابل دید ہے مگر یہ تو مسلم ہے کہ اس حدیث کی رو سے معاذ اللہ حضرت پر کفر لازم آتا ہی کیا آپنے [illegible]

جو شخص ناصبی عائشہ والی اوس روایت کو لکہا جسمین انکار وصایت ہے اور اوس روایت کو نہ لیا جو خود عائشہ سے منقول ہے کہ جب حضرت عمار نے قسم دیکر پوچہا تو عائشہ نے کہا بیشک رسول اللہ نے جناب امیرؑ کو وصی کیا تہا اور اسپر غور کیا کہ اگر یہ قول مانا جائے کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو وصی نہین کیا تو صریحی مخالفت قرآن لازم آتی ہے جسمین کتب علیکم الوصیۃ موجود ہے تو کیا دنیا مین کوئی مسلمان ایسا ہو سکتا ہے جو اسکا قائل ہو کہ رسول اللہ نے قرآن کی مخالفت کی ہو معاذ اللہ۔

اب ہم اس رسالہ کو ایک ایسی روایت پر ختم کرتے ہین جس سے حضرت کا ایک عظیم معجزہ بھی ظاہر ہوا اور یہ دعوی بھی کہ حضرت نے فرمایا ہم وصی رسول ہین ارجح المطالب مین ہے صفحہ ۳۳۰ باب چہارم۔

لما توجہ علی الی صفین واحتاج اصحابہ الی الماء والتمسوہ یمینا و شمالا فلم یجدوہ فعدل بہم امیر المومنین عن الجادۃ قلیلا فلاح لہم دیر فی البریۃ فساروا یسألون من فیہ عن الماء فقال بینکم وبین الماء فرسخان فسیروا الی حیث اقول لکم لعلکم تدرکون الماء فقال امیر المومنین اسمعوا ما یقول الراہب فقالوا یا امیرنا ان نسیر الی حیث ادلنا علیہ لعلنا ندرک الماء و بنا قوۃ فقال علی لا حاجۃ بکم الی ذلک ولوی عنق بغلتہ نحو القبلۃ واشار الی مکان بقرب الدیر فقال اکشفوہ فکشفوہ فظہرت لہم صخرۃ عظیمۃ فقالوا یا امیر المومنین ہہنا صخرۃ لا یعمل فیہا فقال ہذہ الصخرۃ علی الماء فاجتہدوا فی قلعہا فرام القوم ازالتہا عن موضعہا فاجتمع القوم وجہدوا فی تحریکہا فلم یجدوا الی ذلک سبیلا واستصعبت علیہم فلما رای ذلک لوی رجلہ عن سرجہ ثم حسر عن ساعدہ ووضع اصابعہ تحت جانب الصخرۃ فحرکہا وقلعہا بیدہ فظہر لہم الماء فشربوا وکان اعذب ما شربوہ فی سفرہم و ابردہ ثم جاء الی الصخرۃ فثناہا بیدہ ووضعہا حیث کانت وللراہب فنظر من فوق دیرہ فنادی یا قوم انزلونی فانزلوہ فوقف بین یدی امیر المومنین

فقال یا هذا انت نبی مرسل قال قال لا فملک مقرب قال لا قال فمن انت قال انا وصی رسول اللہ محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قال ابسط یدک اسلم علی یدک فبسط امیر المومنین والراهب اسلم علی یدہ ارجح المطالب ص۲۳ باب چہارم۔

روایت ہے کہ جب جناب امیر علیہ السلام صفین کو تشریف لے چلے راستہ مین جناب امیر کے لشکر کے پاس پانی نہ رہا دہنے بائین ڈھونڈا کہین پانی کا پتہ نہ ملا جناب امیر نے ایک پگ ڈنڈی دکہا کر فرمایا اسطرف چلو۔ تھوڑی دور جا کر میدان مین عیسائیون کا ایک کلیسا ملا لوگون نے اسکے پاس جا کر اسکے پادری سے پانی کے بابت پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ پانی یہان سے دو فرسخ پر ہے جسطرف مین تمہین بتاتا ہون اسطرف چلے جاؤ۔ امید ہے کہ تم کو پانی ملجائیگا۔ امیر المومنین نے فرمایا سنو راہب کیا کہتا ہے لوگون نے عرض کیا وہ ہم کو دو فرسخ پر پانی کا پتہ دیتا ہے۔ لیکن وہان تک کے پہونچنے کی ہم مین طاقت باقی نہین۔ جناب امیر نے فرمایا اس طرف جانیکی تم کو کچہ ضرورت نہین قبلہ کیطرف گہوڑیکا موہنہ پھیر کر اس دیر کے قریب اشارہ کیا اور فرمایا یہان سے کہود و لوگ کہودنے لگے۔ ایک بھاری چٹان نظر آئی۔ لوگون نے عرض کیا یا امیر المومنین اس چٹان مین اب کام نہین ہو سکتا جناب امیر نے فرمایا یہ چٹان پانی کے موہنہ پر ہے۔ لوگ اسکے اوکہاڑنے مین کوشش کرنے لگے اس کو جنبش تک نہ ہوئی۔ تمام لشکر نے متفق ہو کر زور مارا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی جب لشکر کے لوگ اسکے اوکہاڑنے سے عاجز آگئے۔ جناب امیر علیہ السلام اپنے گہوڑے سے اُترے اور اپنی آستینون کو لوٹا۔ اور اس چٹان کے نیچے انگلیان کا ڈکر اسکو ہلایا اور اپنے ہاتھ سے اوکہاڑ لیا۔ اسکے نیچے سے نہایت میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا۔ لوگ دوڑ کر اسکا پانی پینے لگے ان کو تمام سفر مین ایسا ٹھنڈا اور میٹھا پانی کہین نہین ملا تھا۔ راہب اپنے دیر سے یہ تمام کیفیت دیکھ رہا تھا۔ لوگون کو آواز دیکر کہنے لگا مجھے نیچے اوتارو جب اسکو چھت سے نیچے اوتارا۔ جناب امیر کے سامنے دست بستہ کہڑے ہو کر کہنے لگا۔ کیا آپ نبی مرسل ہین

آپنے فرمایا نہین پھر کہنے لگا کیا آپ مقرب فرشتہ ہین جناب امیرؑ نے فرمایا نہین وہ عرض کرنے لگا پس آپ کون ہین. فرمایا مین خدا کے رسول محمد بن عبد اللہ تمام نبیون کے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی ہون راہب نے کہا آپ ہاتھ بڑھائین کہ مین آپکے ہاتھ پر بیعت کرون اور اسلام لاؤن آپنے ہاتھ بڑھایا اور راہب آپکے ہاتھ پر اسلام سے مشرف ہوا۔

(۱) اب مولوی عبد الرزاق صاحب کو مناسب ہے کہ آپ نے اس سوال پر خود غور کرین (۱) کیا حضرت علی کو اسکا اعتقاد تہا کہ مین وصی رسول ہون اور اصحاب رسول اس عقیدہ سے بھی واقف تھے

کیونکہ صرف عقیدہ جناب امیرؑ معلوم ہوا بلکہ سارے صحابہ کا بھی عقیدہ تھا چنانچہ اون کی روایتین مذکور ہوئین اب یہ اگر کہا جائے کہ اونکا عقیدہ اسکے خلاف تھا تو کفر اون کا لازم آتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ عقیدہ مطابق روایت تھا تو پھر آپ کو کیا عذر ہو سکتا ہے حالانکہ ہم دکہا دیتے ہین کہ صدر اول مین اسیطرح بیعت لی جاتی تھی. اور خود حضرت عائشہ کا اقرار بھی دکہا دیا کہ باوصف شدت عداوت کہا کہ جناب امیرؑ وصی رسول ہین

اور جناب امیرؑ کا یہ قول لکھتے ہین کہ حضرت نے فرمایا رسول اللہ نے اس بارے مین کوئی وصیت نہین فرمائی صت

مگر اون روایتون کو کیا کیجئے گا جس مین یہ مذکور ہے کہ حضرت نے ہم کو حکم دیا قتال ناکثین وقاسطین ومارقین کا جنکی تعداد ہزارون سے متجاوز ہے اور اون روایتون کو کیا کیجئے گا جس مین حضرت نے شیخین کو کاذب غادر خاین آثم فرمایا ہے جو آجتک صحیح مسلم مین موجود ہے. مگر بخاری نے ان الفاظ کو نکال ڈالا ہے آپنے فتح الباری سے اسکو تو نقل کردیا کہ شیعون نے وضعی روایتین بنائین. مگر اسپر نہ غور کیا. باطل است آنچہ مدعی گوید کہا تک صحیح ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ شیعہ سنی کو کاذب بنا جانتے ہین. اور سنی شیعہ کو مگر اس سے کام کیا چل سکتا ہے جب تک دلیل و برہان سے کوئی بات نہ ثابت ہو اور بالفرض اگر ایسا ہو بھی تو یہان کوئی

شیعہ ہی نہیں پیش کی گئی ہے بلکہ خاص الخاص سنی علما بلکہ دونے آئمہ کی حدیثیں پیش کی گئیں ہیں جنکی تصدیق و توثیق بھی دکھا دی گئی۔

جناب امیر کی ذات بابرکات بھی واقعا عجیب طرح مظہر العجائب ہے کہ ایک طرف تو بقول اہل آپ وہ کام کرتے ہیں کہ دین اسلام قائم ہوتا ہے اور رسول اللہ کی رسالت تمام عالم میں مانی جاتی ہے دوسرے طرف اہلسنت یہ فائدہ لینا چاہتے ہیں کہ اگر آپ خلیفہ برحق تھے تو خلفائے ثلثہ سے کیوں نہ جہاد کیا لہذا معلوم ہوا کہ وہ لوگ خلیفہ برحق تھے۔ مگر تیسری طرف عائشہ۔ طلحہ زبیر معاویہ کو دیکھتے ہیں کہ اگر معیار حقیقت یہی ہو تو پھر ہم کیوں لعنت نہیں کرتے کہ ہم سے تو حضرت علی نے جہاد بھی کیا قید بھی کیا قتل بھی۔ مگر ہم صرف اسوجہ سے کہ یہ خلفائے ثلثہ کے رشتہ دار قرابت مند تھے۔ نہیں کچھ کہہ سکتے۔

حدیث رسول الحق مع علی وعلی مع الحق تمہارے پیش نظر ہے اللھم ادر الحق معہ حیثما دار بھی ہمکو یاد ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت نے جناب امیر کو وصیت کی تھی کہ جب تک اعوان و انصار نہ پانا ان سے جہاد نہ کرنا مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے اور اسپر مصر ہیں کہ چونکہ جناب امیر نے جو خلفائے ثلثہ سے جہاد نہیں کیا لہذا انکی خلافت جائز تھی۔

ابن حجر اسکو تقیہ و مداہنہ قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ شارح بخاری ہیں اور انکو اکثر حدیثیں معلوم ہیں کہ حضرت نے خلفائے ثلثہ کو ناجائز ظاہر کیا اور بمصلحت بقائے اسلام جناب امیر سے وصیت کی کہ بلا تحقیق شرائط جہاد نہ کرنا۔

اصحاب رسول اللہ سے نہ معلوم بجز عبد اللہ بن ادنی اور عائشہ کون وصایت جناب امیر کا منکر تھا۔ عائشہ نے خود رجوع کیا اور ابن ادنی کے دین میں تمام صحابہ البدری موجود ہیں جو وصایت کا اظہار کر رہے ہیں پھر کیونکر آپ کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ اوپر آمادہ ہوئے۔

شرح عقائد کی عبارت تو لکھدی کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ خلافت ثلثہ حق ہے

مگر عقاید جلالی و عقاید تفتازانی و شرح مقاصد و شرح مواقف کو نہ دیکھا کہ وہ بھی نزاع
کیسی کیسی دشواریوں کی ہے جسکو دیکھکر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ مذہب اہلسنت میں کوئی مسئلہ
اتفاقی نہین ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ ہر شخص کی رائے جدا گانہ ہے جسکو خداوند عالم
فرماتا ہے تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتی۔

غرض یہ کہو اگر مذہب حق کی فکر ہے تو جہانتک ہو سکے احادیث رسول اللہ کو دیکھے جسمین
اگرچہ ہزاروں موضوعات شامل کر دیئے گئے ہین مگر پھر بھی بہت عقدے اوس سے
حل ہو سکتے ہین کیونکہ اپنی عقل جو بتا دیگی یہ حدیث اصلی ہے یا جعلی کیونکہ خداوند عالم نے
رسول کو رحمۃ للعالمین بناکر بھیجا تھا اور ایسے دین کے ساتھ ختم کیا تھا جو قیامت تک
باقی رہنے والا تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت اپنے بعد اختلاف کے راہوں کو بند کیا ہو
اسوجہ سے حضرت نے اول روز اعلان نبوت فرمایا کہ علی ہمارے وصی خلیفہ وزیر ہین
تاکہ تمام عالم پر حجت تمام ہو جائے کیونکہ ابھی تک جو تھا وہ کافر تھا اسلامی دینکے مرد وزن
سے ناواقف تھے اسلئے سنی کے ساتھ بھی اشتہار کرتے ہین حضرت ابوطالب جو
کیا لوتھا را مثیا مرحاکم مقرر کیا گیا جس سے ظاہر ہے کہ سبنے یہی سمجھا کہ رسول اللہ کا
منشا یہی ہے ورنہ وہ بھی مثل حضرت عمر بخ بخ کہتے اور وقت خلافت انکار کر جاتے
چونکہ مولوی عبد الرزاق صاحب نے حدیث غدیر کو تسلیم کیا ہے اور غرض دلکی یہ قرار دیا ہے
کہ حضرت نے بہ اہتمام بیان کیا کہ انکی محبت سب پر لازم ہے صرف۔

اسلئے ہم بھی ایک حدیث کتاب مودۃ القربی سید علی ہمدانی کی لکھتے ہین کہ داخل
ثواب ہوں ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰ مطبوعہ بمبئی۔

عن عمر بن الخطاب قال نصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا علما فقال
من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل
من خذلہ وانصر من نصرہ اللہم انت شہیدی علیہم قال وکان فی جنبی
شاب حسن الوجہ طیب الریح فقال لی یا عمر لقد عقد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم عقدا لا یحلہا الا منافق فاحذر ان تحلہ۔

خود حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ نے بمقام غدیر خم جناب امیر کو علم مقرر کیا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ اللھم انت شہیدی علیھم تو عمر نے کہا یا حضرت جس وقت آپ نے یہ حدیث فرمایا تو ہمارے پہلو میں ایک جوان خوش رو خوشبو تہا اوس نے کہا اے عمر آج رسول اللہ نے ایسی گرہ لگائی ہے کہ اسکو نہ کہولیگا مگر وہی شخص جو منافق ہوگا تو اے عمر تو اس سے خوف کر کہ تو ہی اس گرہ کا کہولنے والا نہو عمر نے اس واقعہ کو حضرت سے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایسا ایسا کہا تہا تو حضرت نے فرمایا وہ بنی آدم سے نہ تہا بلکہ جبرئیل امین تہے۔ اسلیئے یہ فرمایا کہ تم پہ تاکید کریں اوسکی جو ہمنے درباره علی کہا تہا۔

اب اہلسنت کو اختیار ہے کہ لفظ کے جو مطلب چاہیں اختیار کیونکہ رسول اللہ کے لفظ مولا وصی سے تو اہلسنت نے خلافت جناب امیر کو نہ سمجہا اب یہ عمر صاحب کا لفظ ہے مقرر کیا کہ حضرت نے جناب امیر کو علم مقرر فرمایا اور تمام اہل علم کو معلوم ہے لشکر میں علم ویسکو ملتا ہے جو سردار لشکر ہوتا ہے۔

اور حضرت جبرئیل کہتے ہیں کہ حضرت نے وہ گرہ باندہی ہے کہ اوسکا کہولنے والا بجز منافق دوسرا کوئی نہیں ہوگا بیچارہ اے عمر وہ گرہ کہولنے والا منافق تو ہی نہو شیعہ اور اہلسنت میں اختلاف کی بنیاد صرف اسیقدر ہے کہ شیعوں کا مدار جو کچھ ہے قرآن وحدیث پر اور اہلسنت کا مدار صرف اعمال واقوال خلفائے ثلثہ پر نہ قرآن و حدیث پر نہ دیگر صحابہ کے روایات پر کیونکہ آپنے اس مختصر رسالہ میں دیکہ لیا کتنے صحابہ ہیں جو اسکی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے جناب امیر کو خلیفہ۔ وصی خیر الاوصیا سید الوصیین فرمایا مگر اوسپر ایمان نہیں لاتے اور یہی کہے جاتے ہیں کہ وصایت کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہو تو اب اسکا کیا جواب دیا جاے۔

کیونکہ حدیثیں تو ایک نہیں صدہا کتب معتبرہ اہلسنت سے دکہادی گئیں مگر اونکی زبان کو کون روکے۔

وسبب وجدانهم لكان جزؤه من جنس فعله بحيث انه اعرض عن تعبدانية بجماعة
من الائمة وحجر وهاولفى وامنها ما احرقت فى وقت واقتنى بها اخرون
وفتشوها استفادا واستفادة واخذا ونصوا اخذة يا كانيها الله الثمين ممزوجا
فى الرصف بالحزن المهين فتارة يطيرون يحبون ومن تفرد بهن ون
حتى قال الشيخ الامام السبكي وغيره ان الاجماع لا يخرق بخلافهم
ومن هو مثلهم ممن رد بالكتاب والسنة الناطقين جواز الاستنباط واعمال
الفكر والفهم فى كتاب الله وسنة رسول الله فاهل الظاهر الذين
قال فيهم بعض اهل الاصول من الحنفية ان حكمهم حكم البغاة ان
اراد ان حكم تلك الطائفة المخصوصة فلكلامهم وجه على معنى انه كما لا يخرق
الاجماع خروج اهل البغي عن حكمه كذلك خروج هؤلاء لا على معنى انه يحل
قتال الظاهرية حتى تفضي الى قول الجمهور بحل قتال البغاة ولزوم المعصية
فان الظاهرية وان جمدوا جمودا وعطلوا قول الرسول بعد صحته لعدم مساعدة ملتهم
فى امرها وان اخطؤا فى انكار الاستنباط وعدم رؤيته الفهم فى نصوص
الشريعة الا ظاهرها ولم يفض قولهم الى مفسدة عامة فى الناس بخلاف
امر البغي انتهى فقال ابن حزم منهم ان كل ماء راكد قل او كثر بال فيه انسان
فانه لا يحل لذلك البائل خاصة الوضوء منه ولا الغسل وان لم يجد غيره
ففرضه التيمم وجائز لغيره الوضوء منه والغسل وهو طاهر مطهر لغير الذي بال
فيه ولو تغوط فيه او بال خارجا فسال البول الى الماء الدائم او بال فى
اناء وصبه فى ذلك الماء ولم يتغير له صفة فالوضوء منه والغسل جائز لذلك
المتغوط والذي سال بوله فيه ولغيره وممن شنع على ابن حزم فى ذلك
الحافظ ابو بكر بن مفوز انتهى

یعنی ابن حزم ظاہری ۳۸۴ھ میں پیدا ہوا یہ ایک نہایت ضعیف فرقہ ہے ایسے مرتبہ کا
مدعی ہوا جسکا کسی طرف · نہ تھا ایسا کلمات کا مدعی ہوا جسکو ہمیں سمجھا کیونکر یہ پہنچے

بھائی خوارج کے مقلد ہین جو کہتے ہین لا الحکم الا للّٰہ ابن حزم باوجودیکہ بلیہ کا ماننے والا تہا لیکن
تنہا مجتہد اور داود ظاہری کا مقلد تہا اسکے بعد سبکو چھوڑ کر خود امام الائمہ بنا اور اسکا دعوی کیا
کہ ہم مجتہد ہین حکم دین اور علما پر افترا کرتا تہا جسکے وہ قائل نہ تھے اس غرض سے کہ لوگ ان علمائے
متنفر ہون مسئلہ صفات باری تعالی مین برے تو نکل گیا مگر قیاسات کی باتین کہنے لگا یہ کہتا تہا
ہم بجز خدا اور رسول کسیکا حکم نہین مانینگے نہ ہمکو خدا نے کسی کے تقلید کا حکم دیا نہ کسی کے اجماع
کا دہی عقیدہ رکہتے تہے اسنے بہت سی کتابین تصنیف کین اور علما کے ساتھ بہت بے ادبی کی جس کا
نتیجہ ہوا کہ بہت سے علمانے اسکے کتابونکو ترک کر دیا اور اسکے کتابونکو لوگون نے جلا دیا اور بہت سے علمانے
اسکے کتابونکی رد لکہی اور سلسلہ بحث و مباحثہ جاری رہا علامہ سیوطی کہتے ہین کہ انکے مخالفت سے
اجماع نہین ٹوٹتا اسکا مذہب کتاب و سنت سے مردود ہے علما اصول حنفیہ سے کہتے ہین کہ یہ فرقہ
باغیونکے حکم مین ہے یعنی جس طرح باغی کے بغاوت سے اجماع نہین باطل ہوتا اوسیطرح انکی مخالفت سے
اجماع پر کوئی اثر نہین ہوتا۔

اب مولوی عبد الرزاق صاحب فرماتے ہین کہ جو ابن حزم خوارج کا مقلد ہو اور باغیکا حکم رکہتا ہو اسکا کلام
آپ پیش کرتے ہین شیعونکے سامنے جنکے دلائل قاہرہ اور براہین ظاہرہ نے تمام مخالف کو خواہ سنی ہو یا حنبلی
مقلد ہو یا غیر مقلد مصداق فبہت الذی کفر کر دیا اب انکی کتاب الفصل ملاحظہ فرمائیے جو اسکا
قائل ہے کہ بنی امیہ سے بڑھ کر کوئی مستحق خلافت نہین ہے۔

عقیدہ مولف الوقاص

ہمنے ابہی تک اس رسالہ مین اس حیثیت سے نظر کی ہے کہ مولوی عبد الرزاق صاحب واقف مذہب ہین
جناب سیدہ سے جیسا کہ صحیح بخاری سے ظاہر ہے۔ مگر خداوند عالم جزائے خیر دے سید عبد العزیز حسین صاحب کو
جنہون نے ضمیمہ الاخلاق حصہ دوم شایع کر کے بتایا کہ مولوی عبد الرزاق صاحب نے ابہ نو برس قبل ایک
اپنی تصنیف شایع کی تہی جسکا نام فتوح الاخر معروف بہ ہفت بند منقبت ہے اور مطبع حکیم برہم صاحب
گورکہپور سے شایع ہوئی ہے جسکے چند اشعار حسب ذیل ہین۔

ذات تو بے مثل بے ہمتا ست از فیض نبی   حسن عثمان ولا مرد یاد از طاہر او سین

غیر حق از کنہ ذات کیست کو آگہ بود — تا ان ہمہ آگہ اگر باشد رسول اللہ بود

نیست باک از بیم پرسش نیست خوف از روز حشر — چون تو ہستی از برای عاصیان فریادرس

زینت محراب دین طاعت گزار قبلتین — ای کہ سر تا پای والای شان شان مصطفی

ہست در قرآن ثنایت یا امیر المومنین — مدح تو کردہ خدایت یا امیر المومنین

شمہ از شمع بالست خبران را سبب — نور خیزد از ولایت یا امیر المومنین

سالکان راہ طریقت تا بہ تشویشے بود — آمدی رہبر ہدایت یا امیر المومنین

ذات عالی گو بظاہر آمدہ در ممکنات — لیکن از امکان ما بان دیگر امکان شما ست

چون ثنا ہایت بود اندر کلام ایزدی — ہرچہ در وصف شما گویند ثنایان شما ست

یک نگاہ از لطف داد معاصی را دوا — اینک این ہم بحوبہم محتاج درمان شما ست

خوش تر است از غیر درد خویش پنہان داشتن — لیک بیجا ہی ست پنہان از طبیبان داشتن

آمدی نائب زہے نائب حق از ازل — کار عالم با ذات تو باشد چون نظام

بر سر ہمہ ز جز الطاف بود سایہ فگن — کن قبول این آرزو تو شاہ ہی من غلام

ان اشعار کو دیکھیے جو مولوی عبد الرزاق صاحب کے تصنیفات سے ہیں اور یہ رسالہ تکفیر ہے جسکا نام الوقائع ہے
اور اوسکے جواب میں رسالہ الوصی شایع ہوا اور نیز انکا کون عقیدہ صحیح ہے۔ اب ہم اس رسالہ کو مولوی ثناء اللہ صاحب
اڈیٹر اہلحدیث کے عبارت پر تمام کرتے ہیں جو خلافت صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں۔ اے عبد المطلب کی اولاد قسم ہے
خدا کی میں جو تمکو تعلیم دیتا ہوں اس سے بہتر کوئی عرب اپنی قوم کو سو مجھے اللہ خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں تمکو اسکی طرف بلاؤں
تم میں سے کون میری مدد کریگا اس بات پر کہ میرا بھائی اور خلیفہ ہو تم میں یہ سنکر سب لوگ خاموش رہے اور علی نے سب سے
چھوٹا تہا میں نے عرض کیا حضرت میں آپکا وزیر ہوں یہ سنکر فرمایا یہ علی میرا بہائی ہے اور وصی ہے اور تم میں میرا
خلیفہ ہے پس تمکو لازم ہے کہ اسکی سنو اور اوسکی اطاعت کرو لوگ یہ سنکر ہنستے چلے گئے ابو طالب کو کہتے ہوئے کہ لو سنو تمہیں
حکم ہوا ہے کہ اپنے بیٹے علی کی تابعداری کرو اب جن لوگوں کو حکم رسول اللہ دی ہے وہ ہمیں اور غور کریں کہ رسول
اللہ کا خلیفہ اور وصی کون تہا اور جو لوگ خلفاء ثلثہ کو خلیفہ جانتے ہیں ذہین اور مرزا قادیانی کو ہم ہمیں ہیں کیا